پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

خدیجه! مجھے یه کیا ھوگیاھے؟

عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت أول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرؤيا الصالحة فى النوم فكان لا يرى رؤيا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء و كان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالى ذوات العدد قبل أن ينزع الى أهله ويتزود لذلک ثم يرجع الى خديجة فيتزود لمثلها حتى جاء ه الحق وهو فى غار حراء فجاء ه الملک فقال اقرأ قال ما أنا بقارئ قال فأخذنى فغطنى حتى بلغ منى الجهد ثم أرسلنى فقال اقرأ قلت ما أنا بقارئ فأخذنى فغطنى الثانية حتى بلغ منى الجهد ثم أرسلنى فقال اقرأ فقلت ما أنا بقارئ فأخذنى فغطنى الثالثة ثم أرسلنى فقال اقرأ باسم ربک الذى... الي آخر الحديث.

ترجمه: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پروحی کا ابتدائی دوراچھے سچے پاکیزہ خواب سے شروع ہوا،آپؐ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اورسچا ثابت ہوتا، پھرمن جانب اللہ آپ تنہائی پسند ہوگئے اورآپؐ نے غارحرا میں خلوت نشینی اختیارفرمائی۔آپ کئی کئی دن اوررات مسلسل عبادت میں مشغول رہتے ،جب تک گھرآنے کودل نہیں چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔توشہ ختم ہونے پرہی حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اورکچھ توشہ ہمراہ لے کرپھروہاں جاکرخلوت گزیں ہوجاتے۔یہی طریقہ جاری رہایہاں تک کہ آپ پرحق واضح ہوگیااورآپ غارحراء ہی میں قیام پذیرتھے کہ اچانک حضرت جبریل آپ کے پاس آئے اورکہنے لگے اے محمد!پڑھو۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنانہیں جانتا۔آپؐ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑکراتنے زور سے بھینچا کہ میری جان جواب دے گئی، پھرمجھے چھوڑکرکہا کہ پڑھو!میں نے پھروہی جواب دیا کہ میں پڑھاہوانہیں ہوں،اس فرشتے نے مجھ کونہایت ہی زور سے بھینچا جس سے مجھ کوسخت تکلیف ہوئی۔پھراس نے کہا کہ پڑھو!میں نے کہا کہ میں پڑھاہوانہیں ہوں۔پھرانہوں نے مجھے تیسری بار بھینچااورچھوڑکرکہنے لگے کہ پڑھو،اپنے رب کے نام سے سے جس نے تم کوپیدا کیا۔....(الحدیث بخاری ۱/۳)

تشریح: مائی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نام خواتین اسلام کی فہرست میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔اللہ اوراس کے رسول کی نگاہ میں بڑی برگزیدہ اورچہیتی ہیں۔اس لئے متعددمقامات پران کی شان عالیہ کا ذکرکیا گیاہے۔مائی خدیجۃ الکبریٰ وہ تاریخ سازشخصیت کی مالک ہیں جن کو نبی محترم محمد رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ(ام المومنین)ہونے کاشرف حاصل ہوا۔اسی طرح آپ نے اپنی زیرکی،معاملہ فہمی اورسمجھ داری کاثبوت دیتے ہوئے دائرے اسلام میں داخل ہوکراسلام کی خاتون اول ہونے کا بھی اعزازاپنے حصہ میں کرلیا۔(ذلک فضل الله يوتيه من يشاء)۔آپ نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں اس وقت آئیں جب نبی محترمؐ کی عمر۲۵سال تھی اورمائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر۴۰سال تھی۔آپ ایک نہایت شریف،متواضع اورنیک خاتون تھیں۔جنہوں نے نبوت سے پہلے اوربعد کی زندگی میں نبی محترمؐ کی ہرہرقدم پرمددومعاونت فرمائی۔بلکہ چٹان کی طرح سینہ سپررہیں۔اوراپنے شوہرنامدارکی جلوت وخلوت کے سنہرے لمحات ومشکل ترین حالات میں آپ کی ساتھی وشریک بنی رہیں۔اس طرح آپ عظیم کارہائے نمایاں انجام دیتی رہیں۔آپ کے بے شماراوربے پناہ کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ وہ ہے جس کا تذکرہ مذکورہ بالا حدیث میں کیا گیاہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کوغارحرامیں نبوت کی عظیم ذمہ داری ومنصب سے سرفرازفرمایااورجبریل امین بحکم الٰہی وحی لے کرآپ کے پاس تشریف لائے اورآپ کوزورسے دبوچ کر کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَق اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَم عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ان پانچ آیتوں کے نزول کے بعدرسول اللہ ﷺ اپنے گھراس حالت میں لوٹے کہ آپ پرشدیدخوف طاری تھااورگھبراہٹ کی وجہ سے آپ کا دل کانپ رہاتھا۔اس نازک موقع پرام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا کرداراوران کے حسن تعامل کودیکھئے کہ جب نبی کائنات علیہ السلام گھرتشریف لاتے ہیں توآپ کاآپ کے شایان شان استقبال کرتی ہیں اورآپ کے دکھ دردکوسمجھتی ہیں۔آپؐ کاارشادہوتاہے کہ خدیجہ!زملونی زملونی مجھے کمبل اڑھادو،مجھے کمبل اڑھادو۔چنانچہ آپؐ کوکمبل اڑھادیا۔جب خوف جاتا رہاتو آپؐ نے غارحرامیں حضرت جبریل امین کے ساتھ پیش آئے تمام واقعہ سے حضرت خدیجہ کوباخبرکیااورکہالقد خشيت على نفسى کہ مجھ کواب اپنی جان کاخوف ہوگیاہے۔خدیجہ!مجھے کیاہوگیاہے؟اس پراس عظیم خاتون نے آپ کوتسلی دی اورڈھارس بندھاتے ہوئے آپؐ کے اخلاق عالیہ اوراوصاف کریمانہ کاذکرفرمایا۔

اورکہا کہ آپ کوخوشخبری ہو،اللہ کی قسم!اللہ تعالیٰ آپ کوکبھی رسوانہیں کرے گا،اللہ کی قسم!آپ توصلہ رحمی کرتے ہیں،سچ بولتے ہیں،لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں ،تہی دست وکمزوروں کوکماکردیتے ہیں،آپ مہمان نوازہیں اورحق کے معاملات میں لوگوں کاڈٹ کرساتھ دیتے ہیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ مزیدتسلی کے لئے مائی خدیجہؓ آپ کاہاتھ پکڑکراپنے چچازادکے پاس لے گئیں اوران کے سامنے سارے احوال بیان کئے اورکہا کہ چچازادبھائی ذرااپنے بھتیجے کی زبانی ان کی کہانی سن لیجئے۔چنانچہ آپؐ نے پورا واقعہ ان سے بیان کیا۔اس واقعہ کوسننے کے بعدورقہ بن نوفل بے اختیارہوکربول اٹھے۔هذا الناموس الذى نزل الله على موسى کہ یہ تووہی فرشتہ ہے جس کواللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی دیکربھیجا تھا۔اس پورے واقعہ میں حضرت خدیجہ جیسی مثالی خاتون کے کردارکودیکھیں کہ آپ نے کس طرح آپؐ کی ہمت افزائی کی اورجوکچھ ہوسکاوہ سب کیااورجس انداز سے آپ کوتسلی دیناممکن تھادیا۔انہی ساری بے شمارقربانیوں کی وجہ سے حضرت خدیجہ ایک باعظمت اورموثرخاتون بن کر ابھریں جن کی عظمتوں کا تذکرہ متعددروایات میں موجودہے۔اللہ رب العالمین سے دعاہے کہ ہمیں مائی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تابناک سیرت پڑھنے اوراس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔وصلى الله على نبينامحمد

مدیر مسئول
اصغرعلی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
کائنات کی سب سے بڑی وصیت... ۷
کورونا وائرس اور اسلام کا نظام نظافت وطہارت ۱۰
سابق امیر حافظ محمد یحیٰ دہلویؒ صاحب کے انتقال پر تعزیتی پیغام ۱۲
مریض کی عیادت ۱۳
معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵
گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے (اپیل) ۱۷
علامہ محمد ادریس آزاد رحمانی: حیات وخدمات ۱۸
جماعتی خبریں ۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۳۰
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ ۳۱
اشتہار اہل حدیث منزل واہل حدیث کمپلیکس ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ـ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

...وحدت میں گم ہو جا

اللہ جل شانہ نے اس جہان رنگ وبو کو بڑے ڈھنگ اور ڈھب سے سجایا ہے اور اس میں ہزاروں رنگ برنگے پھولوں اور پھلوں کے ساتھ ساتھ کانٹوں اور جھاڑوں کو بھی پیدا فرمایا ہے ۔ بھلے مانس انسان اور بہائم وچوپایوں کے ساتھ ساتھ کچھ درندے صفت جانوروں کو بھی وجود بخشا ہے۔ ہواؤں کی لطافت اور چھاؤں کی راحت کے ساتھ ساتھ فضاؤں میں گرمی اور سردی کا وجود بھی رکھ چھوڑا ہے۔ آگ کے ساتھ پانی اور آسمان کو بلند اور زمین کو پست اور آسمانوں کو سائبان اور زمینوں کو فرش بنا رکھا ہے۔ بظاہر ان تمام چیزوں میں عجیب طرح کا اختلاف بلکہ بسا اوقات تضاد وتفاوت کلی نظر آتا ہے۔ مگر سادے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا ہی تو ہے۔ دنیا ان میں سے جس چیز سے جس قدر عاری ہوگی اسی قدر دنیا کی قدر وقیمت اور اس کی حیثیت بھی کم اور کمزور ہوتی جائے گی۔ بلکہ اگر قوت ومادہ کشش کو ختم کر دیا جائے یا اسے ہم سے ہٹا دیا جائے یا اس کا وجود ہو بھی مگر دو یا متعدد چیزیں جو اپنے بھاری بھرکم اور مفید وجود کے ساتھ بڑی ہی عظیم وکبیر نظر آتی ہیں، دھڑام سے گر جائیں یا اپنا وجود ہی ختم کر دیں، تو اس دنیا کا نقشہ یقیناً بگڑ جائے گا۔ کیونکہ روئے زمین پر بہت سی اشیاء کا وجود ہی دیگر دو متضاد وجود کی مرہون منت ہے۔ خود حضرت انسان بذات خود کیا ہے؟ وہ جن عناصر اربعہ سے وجود پذیر ہے ان میں سے کسی ایک بھی وجود کا خاتمہ یا عدم اس کی زندگی کے سارے تگ وتاز اور دم وساز کو منٹوں میں ختم کر سکتا ہے۔ گویا اس دنیا میں متضاد ومختلف چیزوں کا وجود بھی از حد ضروری ہے۔ دور کیوں جاتے ہو ذرا غور کرو رب کریم جو خیر کا خواہاں ہے اور جو خیر اور وتر کو پسند کرتا ہے، اس نے شر کی بھی پیدائش نہیں روکی۔ یہاں پر یزداں واہرمن کا تصور نہیں جو اپنی الگ الگ زور آزمائی کرتے رہے ہیں۔ تو بھلا شر کی کیا ضرورت جو سب سے مبغوض مخلوق ہے اور یہ کبھی بھی اور کسی مرحلے میں مرغوب ومحبوب اور مطلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے بھی صریح چیز شرک ہے تو بھلا بتاؤ کہ توحید کے ہوتے ہوئے شرک کے وجود کے کیا معنی؟

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

شیطان ہی کو دیکھو کہ وہ رجیم ہے پھر بھی اللہ جل شانہ نے یہی نہیں کہ اس کو وجود بخشا بلکہ اسے ایسی چھوٹ دی کہ وہ حق کے مقابلے میں سینہ تان کر ہر جگہ کھڑا ہوجائے اور کم از کم روڑے اٹکائے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے چراغ بولہبی

اب تم ہی بتاؤ! بھلا جنت جیسی پیاری، مرغوب ومحبوب اور بہترین چیز کے ساتھ جہنم کا وجود کس قدر خوفناک ہے۔ زندگی کی نیرنگیوں کے ساتھ موت کی ہولناکیوں کے تصور کا کیا جوڑ ہے؟ مگر کیا زندگی میں ان دونوں حقیقتوں سے متعلق کسی سقراط وبقراط، جالینوس، رازی وابن رشد اور کسی ماہر امراض نے کوئی دوا ایجاد کی یا کوئی فارمولہ پیش کیا؟ وجہ یہ ہے کہ ان ہی اشیاء کا وجود حقیقت میں زندگی کا پتہ دیتا ہے اور بیماری کے بعد ہی صحت کی عظمت کا حقیقی راز کھلتا ہے۔ شر کی شرانگیزی وہلاکت خیزی جان کر ہی خیر کی خوبیوں کا انسان قائل ومعترف ہوتا ہے۔ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ و بضدها تتبين الأشياء. چیزوں کی حقیقت واصلیت ان کے اضداد سے ظاہر ہوتی ہے۔

وہ لطف وکرم کو کیا جانے
جو سایۂ ظلم میں پلتا ہے

دنیا جو دارالامتحان وابتلاء ہے اور موت وحیات کا سلسلہ اسی کی خاطر تو ہے۔ اور کھرے کھوٹے کا علم واندازہ اور آزمائش اس کے بغیر کیوں ہے۔ جس سے عدل وانصاف کا نظام قائم ہو۔

جو فرد ومعاشرہ اور ملک وسماج جس دن قدرت کے اس نظام کامل اور اللہ جل شانہ کی شان جس کے بارے میں ہے کہ کل یوم هو فی شان کو جان جائے گا، وہ دنیا کے بہت سے فتنوں اور مشکلات سے نجات پا جائے گا، فتنہ پروری سے محفوظ ہوجائے گا، دنیا کے بہت سے جھمیلوں سے نجات پا جائے گا اور آخرت کی ندامت سے بچ جائے گا۔ آج ہمارے ملک اور دنیا جہان کی اہم مشکلات اور پریشانیوں میں سے سب سے عظیم وبھیانک پریشانی جس کے آثار ابھی بہت زور وشور سے ظاہر نہیں ہوئے ہیں، اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے رونما ہونے لگی ہیں۔ افراد وجماعت کی لڑائیاں، خاندانوں کی زور آزمائیاں، مسلکوں کے جھگڑے، اقلیت واکثریت کے مسائل، کفر وایمان کی معرکہ آرائیاں اور خود اپنے ملک ہندوستان میں دیکھو کہ نفرت وعصبیت اور مسلک ومذہب کے اختلافات کتنے بڑھ گئے ہیں؟ اور ایک دوسرے کو نہ جاننے سمجھنے کی وجہ سے کتنی دوریاں بڑھ گئیں، اور خاندان کس قدر ٹوٹ پھوٹ کے شکار ہوگئے؟ مذہبی منافرتوں نے بہتوں کو تباہ وبرباد کردیا۔ ہماری قومی یکجہتی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اس کو ہوا کے چند جھونکوں سے متزلزل نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری سنسکرتی قدیم ومشترک ہے، اسے آسانی سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اس میں سیندھ لگانے اور اس میں آگ لگانے کی کیسی کیسی چالیں چلی جارہی ہیں۔

فان لم یطفها عقلاء قوم
یکون وقودها جثث وهام

ہمارے آداب وسلوک، آپسی میل وجول اور دوستی کے ایسے انداز واطوار رہے ہیں کہ ان میں شگاف نہیں ڈالا جاسکتا، صدیوں اور قرنوں سے ہم اپنی رنگا رنگ تہذیبوں، تمدنوں اور روایات وتقالید کے ساتھ زندہ رہے ہیں اور باہم شیر وشکر ہوکر رہے ہیں۔ اس میں نفاق وشقاق کا گذر نہیں ہوا، راجاؤں، مہنتوں، بادشاہوں اور نوابوں کے درباروں اور لشکروں میں بلا تفریق مذہب جاں نثاروں کی قطار ہوتی تھی۔ اور جس طرح عادل وانصاف پرور بادشاہوں کے دور میں مشہور تھا کہ بکری اور شیر ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے اسی طرح راجاؤں کے یہاں سپہ سالار ومشیر کار کوئی مسلمان ہوتا تھا اور بادشاہوں کے وزیر وعلمبردار ہندو ہوا کرتے تھے۔ اس سلسلے کے واقعات واحصائیات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ اب بدقسمتی سے اس میں بھی نقب لگانے اور اُسے عیب دار کرنے کی سعی نامسعود ہورہی ہے۔

دراصل قومیں جب اخلاقی اور ایمانی طور پر پستی کا شکار ہوتی ہیں تو جد وہزل میں فرق ختم ہوجاتا ہے بلکہ ہزلیات وسطحیات، جد وعزائم الامور کی جگہ لے لیتی ہیں اور اہم ومہتم بالشان امور ہزلیات وسفسطے کی حیثیت اختیار کرلیتی ہیں۔ پھر وہ ان قوموں کے زوال ونا کامی اور شکست وریخت کی علامات بن جاتی ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ ان کے یہاں ایک طرف فوج میں بھی حرب وضرب جیسے اہمیت کے حامل مواقع پر صلاحیت وصلابت اور قوت ومہارت کی

بنیاد پر نہیں بلکہ محض ان کی مذہبی ،علاقائی، نسلی اور جغرافیائی بنیادوں پر سپہ سالاروں اور فوجیوں کا انتخاب شروع ہوجاتا ہے تو دوسری طرف پستی کا عالم یہ ہے کہ کھیل کود کے میدان میں بھی اس طرح کے امتیازات برتے جارہے ہیں جب کہ کھیل میں جہاں صرف اور صرف فن اور قوت وہنر کی داد دی جاتی ہے جو جس قدر لائق ہو اور جس خیمے کا ہو ان کے کرتب اور مظاہرے کی تحسین وآفرین ہوتی ہے حتی کہ ہارنے والے مدمقابل کے بھی

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

کہہ کر حوصلہ افزائی اور کم از کم مورل برقرار رکھنے کی سعی کی جاتی ہے اور اصل ہارنے والی ٹیم یا شخص محض مقابلہ آرائی کے لئے سامنے آنے اور جیتنے والے کو اس کے حقیقی جوہر وقوت کے مظاہرے کا سبب بننے پر لائق مدح وتوصیف ٹھہرایا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک کی تعریف اور دوسرے کی توہین وتذلیل اور تحقیر لازم ٹھہرے۔ یہ عقل ومنطق سے ورے اور خواہشات نفسانی اور منمانی کے علاوہ کچھ نہیں اور غالبًا ایسے ہی اونچے اخلاق کے لوگ قوموں کی تعمیر وترقی اور مختلف لوگوں اور ورگوں کی کامیابی اور فوز وفلاح کا ذریعہ بنتے ہیں اور دنیا کی ترقی کا ضامن ہوتے ہیں۔ یا اسے گنواں کر ذلت وہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔

دنیا کا کوئی عظیم فاتح ایسا نہ گذرا ہوگا جس نے اپنے مدمقابل کو شکست دینے کے بعد اس کی تذلیل وتحقیر بھی کی ہو۔ بلکہ عظماء وقت نے تو مدمقابل کو چاروں شانے چت کرنے کے بعد بھی ان کو عزت وحوصلہ دیا۔ یہ بات بھی ہماری تاریخ، دین اور اخلاق کا حصہ رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ بدنام سب سے پائیدار اور اہم اور قیمتی ورثہ دین کو ہی کیا گیا۔ حالانکہ

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

دین وایمان نے تو وہ درس دیا ہے جس کا دنیا کے عظیم سے عظیم فلسفی اور انسانیت، یکتائیت، یکجہتی، رواداری مساوات اور اخلاق وکردار کے بڑے سے بڑے معلم نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ سنو اور سر دھنو اور اپنے آپ کو کس خانے کے لیے چنتے ہو چن لو اور فٹ کرلو کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ سدا دور دورا دکھاتا نہیں۔ اگر تم کسی معنی میں حاکم اور طاقتور ہو تو اس چانس کو مت کھوؤ کہ تم کو زیادہ سنبھل سنبھل کر اور محتاط اور ذمہ دار ہو کر چلنا ہوگا۔ ان روایات واخلاق اور دوسروں کے تئیں فرائض کا سارا بوجھ تمہارے سر ہے۔ اس میں پھونک پھونک کر قدم نہیں رکھا تو نہ سرخرو ہوسکو گے اور نہ سنبھل سکو گے بلکہ ڈگمگا کر اور کبھی دھڑام سے اور جھٹکے سے زمین پر گر جاؤ گے۔ بلکہ زمین دوز ہوتے چلے جاؤ تو کیا مستبعد ہے؟ اس کے بعد حسرت ویاس اور ہائے وائے کے علاوہ کچھ بچنے کو نہیں۔ یہی ذمہ داری مالداروں کی فقیروں کے تئیں ہے اور اکثریت کی اقلیت کے تئیں ہے، فاتح کی مفتوح کے تئیں اور قوی کی کمزور کے تئیں۔ یہ احساس ذمہ داری ہماری تہذیب وتاریخ اور صدیوں پرانی ریت ورواج میں بھی درشایا گیا ہے۔ بہت سے مذاہب بھی یہی طریقہ سکھاتے ہیں۔ میں ادیان عالم جن کا ایک عظیم مرکز وآماجگاہ ہمارا وطن عزیز ہندوستان بھی ہمیشہ رہا ہے، اس کا ادنی عالم یا طالب علم بھی نہیں مگر ہماری نشو ونما، تعلیم وتربیت اور خاندانی ومعاشرتی احوال ایسے رہے ہیں کہ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اردگرد کے مذہبی لوگوں نے ہمارے انسانی رشتوں، بھائی چارہ، اخوت ومحبت اور اپنائیت وفدائیت کو اتنی قوی اور مضبوط بنیادوں پر استوار کیا ہے کہ بچپن سے لے کر پچپن تک بلکہ آج تک اس شر وفساد کے زمانہ میں بھی پرانی لذت آشنائیوں اور یادوں کو یہی نہیں فراموش نہیں کرنے دیا بلکہ ان بنیادوں اور یادوں نے ہمیں اور بھی عزم وحوصلہ سے قومی یکجہتی، انسانی بھائی چارہ، ہمدردی اور آپسی بھلائی کو فروغ دیتے رہنے کا سامان بہم پہنچایا۔ اور اس کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں اور ہمارے تانے بانے کچھ اس طور پر بنے گئے ہیں اور یہ ہم میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ اگر اس کو ختم کرنے کی کوشش ہوتی تو ہوسکتا ہے کسی کے کمزور اور کسی کے مضبوط ہونے کے بجائے پوری قوم ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوکر بربادی کی راہ پر لگ جائے۔ لیکن میرا یقین ہے کہ ہمارا مضبوط ومتماسک معاشرہ اتنی آسانی سے منتشر نہیں ہوسکتا۔ ایک آزمائشی دور سے گذرنا پڑسکتا ہے۔ اس سے انکار نہیں۔ مگر ہمارے دین حنیف نے بھی ہم کو ولاء وبراء کی صریح وبے لاگ تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ معبود برحق پر ایمان وعبادت کے لئے بسم اللہ کے ساتھ الرحمٰن الرحیم اور رب العالمین کی بھی تعلیم دی ہے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ صرف انسان ہی اللہ کا بنایا ہوا شاہکار اور اس کے مظاہر قدرت، رحمت ورافت، خلق وتدبیر کا مظہر ومنشا نہیں بلکہ سارے عالموں، دنیا جہانوں اور ماسوی اللہ کے سب کا پالنہار، سب کا نگہبان، سب پر اپنی رحمتوں کی بارش برسانے والا اور اپنی مخلوق کے ہر ذرے اور جان سے

محبت کا زبانی جمع خرچ کرنے والا نہیں بلکہ حقیقی اور عملی بنیادوں پر بھی ان کا اصلی محبت کرنے والا، اوران پر رحم نچھاور کرنے والا ہے۔اے کاش کہ اس رشتے کو خلیفۃ اللہ فی الارض انسان بھی ادنی طور پر جانتا تو پھر خلق الٰہی کے ساتھ کاٹ ، ماردھاڑ، اجاڑ ویران اور تباہ وبرباد کردینے کے تصور سے کانپ جاتا جسے اس نے جھاڑ جھنکھاڑ اور جمادات ونباتات سمجھ لیا ہے اسے وہ اس کی قدرت کاملہ اور محبت شاملہ رکھنے والے کی کاریگری اور ذرہ پروری گردانتا، اس ذرہ کو آفتاب وماہتاب مانتا کہ اس کے بنانے والے نے اپنی حکمت سے اسے تراشا ہے جس حکمت کے ادنی حصے پر ساری حکمتیں قربان کردی جائیں تب بھی اس کی حکمت کی اہمیت وقدروقیمت کا حق نہیں ادا کیا جاسکتا۔تعجب ہے اس حکیم وعظیم اور کبیر وعزیز کی خلقت پر ہی تم حقارت کا حکم لگارہے ہو۔ ہمارے یہاں ادنی سمجھ کا دیہاتی بھی اپنے بڑوں اور پڑھوں کے بارے میں کہتا ہے کہ حکیم کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔تو حکیم ازلی وحقیقی کی حکمت ودانائی کا کیا عالم ہوگا۔ اس لئے دراصل خلق الٰہی پر ظلم اوران کی تحقیر کرنا تو چھوڑو کہ صرف ان کو کمتر سمجھنا ہی شان والاشان رب ذوالجلال میں بڑی گستاخی ، بے ادبی ، جسارت، موجب عقاب وعتاب اور باعث ندامت ہے۔سنو! رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (آل عمران:۱۹۱)'' کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تونے یہ'' آسمان وزمین'' بے فائدہ نہیں بنایا۔تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔اے ہمارے پالنے والے تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تونے اسے رسوا کیا۔اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں۔''

ذرا غور کرو، ربنا پر اور دھیان دو خلقت پر، باطلا کو بار بار پڑھو ، سبحانك پر قربان جاؤ اور عذاب النار سے پناہ مانگنے کا کیا مقام ہے اور اس سے کیا جتایا جارہا ہے۔کیا اس سے تمہارے رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے؟ فقد اخزیتہ پر تم لرزہ براندام کیوں نہیں ہوتے، ظالمین کا کوئی یار ومددگار اور پرسان حال بھی نہ ہوگا۔آخر یہ ارشاد ربانی کیا یہ تمہارے وجود اور دلوں کو دہلا دینے اور تم پر سکرات الموت کے جاری کردینے کے لئے کافی نہیں ہے۔ پھر اس خلق الٰہی خصوصاً مکرم مخلوق کے سلسلہ میں تم اتنے ڈھیٹ کیونکر ہوگئے۔ تمہیں پتہ ہے؟ کس فخر وامتنان سے کہا جارہا ہے کہ خَلَقْتُ بِيَدَيّ (سورہ ص:۷۵) خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء:۱) یہ رنگ ونسل اور زبان وجغرافیہ کے جھمیلے، اپنے بنائے ہوئے مذاہب ومسالک کے فتنے، اپنے خود ساختہ ذات پات کے بھید بھاؤ اور یہ عصبیت کے وہ تمام اصنام واوثان تم نے کہاں سے پال رکھے ہیں۔تم کو تو اپنی جان پر کھیل کر اپنی خواہشات کو تج کر اوراپنے جذبات کو کچل کر اپنے ابناء جنس اور بھائی بندوں کی بھلائی کے لئے ہی مرنا جینا تھا۔ان کی جہالت وظلم اور ردعمل کو سہنا تھا بلکہ گالیاں اور پتھر کھا کر بھی دعائیں دینی تھیں اوران کے غم میں مرنا تھا کہ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکہف:۶) تم ادنی متاع دنیا کی فیض رسانی کے بجائے حسد وبغض اور کراہیت ونفرت کی دلدل میں کیسے پھنستے چلے گئے؟ تم نکلو اس زاویہ ہالکہ سے اور آؤ شاہ راہ حق وصدق، اخلاص ومحبت اوراخوت پر، بن جاؤ وکونوا عباداللہ اخوانا کی عملی تفسیر اور دہراؤ اس دیرینہ آموختہ کلکم بنی آدم ... (صحیح الجامع) کو اور جواب دو شیطان ودشمنان ملک وملت کو جیسا کہ تمہارے آباء واجداد نے استعمار کے نفرت آمیز نعروں اور سازشوں کے جواب میں لگایا تھا اور صاف صاف بتادو کہ ''ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں سب بھائی بھائی'' اور ''عجمی عربی کالے گورے آپس میں سب بھائی بھائی''۔اس وقت اس سے بھی زیادہ اس نعرۂ مستانہ اور عمل والہانہ کی ضرورت ہے۔

بتان رنگ و بو کو چھوڑ کر وحدت میں گم ہوجا

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

کائنات کی سب سے بڑی وصیت

اللہ کی حفاظت کرو، تم اسے اپنے سامنے پاؤگے

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا **احفظ الله تجده تجاهک** یعنی اللہ کی حفاظت کرو (تو تم جدھر کا بھی رخ کروگے) اس اللہ کو اپنے سامنے پاؤگے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری زندگی میں جیسے بھی حالات آئیں گے، ان میں تم تنہا نہیں رہوگے، تمہیں تنہائی کا احساس نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تمہارا حامی و ناصر اور معاون و مددگار رہوگا۔ اور اس کی معیت خاصہ تمہیں حاصل ہوگی۔ کس قدر بیش بہا اور گراں قدر ہے یہ نصیحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم!

آج کے حالات کے تناظر میں دیکھیں، یہ دنیا والے مصیبت میں گرفتار اور نازک حالات کے شکار افراد کی طرف سے نگاہیں پھیر لیتے ہیں اور طوطا چشمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں کمزوری ناقابل معافی جرم ہے۔ اگر آپ علم کے اعتبار سے، صحت کے اعتبار سے، اور مال و دولت کے اعتبار سے کمزور ہیں، تو کمزوروں کو دنیا معاف نہیں کرتی۔

وہ جو کہتے تھے کہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑیں گے
میں جو ٹوٹا تو تماشائی بنے بیٹھے ہیں

لیکن اللہ رحمٰن و رحیم ہے، بلکہ ارحم الراحمین ہے۔ اس کی رحمت تمام چیزوں کو محیط ہے۔ جس کا مشاہدہ ہے ہم ہر آن و ہر لمحہ ہم اپنی ذات میں، دوسروں میں، زمین و زمان میں اور اس کائنات میں کررہے ہیں۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:156) یعنی "میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

بھلا وہ کیسے اپنے مخلص و محسن بندے کو نازک حالات میں فراموش کردے۔ اور اسے بھٹکنے اور ہلاک و برباد ہونے کے لیے تنہا چھوڑ دے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازک ترین حالات میں اپنے محبوب و محافظ بندوں کی حفاظت فرمائی ہے۔ زندگی کے ہر نازک موڑ پر انہیں اکیلا نہیں چھوڑا ہے، بلکہ اپنی نصرت و تائید سے سرفراز کیا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو، اور اپنے معاملات کو اللہ کے حوالے کردے۔ اور اسی سے التجا کرتا رہے۔ پھر دیکھے کہ وہ قادر مطلق، قادر و توانا، نفع و ضرر کا مالک اور **فعال لما یرید** کس طرح اسے اپنے دامن رحمت میں چھپاتا ہے۔ اور کس طرح مصائب کے بھنور، اور ذلت و خواری کے گڈھے سے نکال کر عزت و عظمت کے اسٹیج پر بٹھاتا ہے اور تخت و تاج کا مالک بناتا ہے۔

یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کو جلانے کے لیے ان کی قوم نے ایک بہت بڑا اور گہرا گڈھا کھودا۔ لکڑیوں سے اسے بھرا اور اس میں آگ لگائی۔ روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ نہیں دیکھی گئی۔ اور جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے، تو انہیں اس میں ڈال دیا گیا۔ بلکہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی (اقبال)

اور جب ان کو آگ میں ڈالا گیا، تو آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ **حسبي الله ونعم الوكيل** تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ اور آگ کو حکم دیا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (انبیاء:69) یعنی "اے آگ تو ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیم کے لیے آرام و سلامتی کا سامان بن جا"۔

اور اسی اللہ پر ایمان و توکل کا مظاہرہ سیدہ ہاجرہ نے کیا، تو اللہ نے کس طرح ان کی حفاظت کی، اور ان کی چال و رفتار کو نقش دوام بنادیا۔ قیامت تک ہر حج و عمرہ کرنے والے صفا و مروہ کے مابین جب سعی کریں گے تو مائی ہاجرہ کے نقش قدم کی پیروی کرتے رہیں گے۔

اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ ابراہیم فلسطین سے نکل جائیں اور مکہ جا کر اپنے اکلوتے و ننھے بابو اسماعیل اور وفادار و پیاری بیوی کو چھوڑ آئیں۔ وحشتناک وادی ہے۔ خوفناک کائنات ہے۔ انسان تو کیا یہاں چرند و پرند کا گزر نہیں۔ زندگی کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ وادی غیر ذی زرع زندگی کے تمام وسائل سے محروم ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام چلنے لگے تو وہ پوچھتی ہیں **الی من ترکتنا** "مجھے کس کے حوالے چھوڑ رہے ہیں؟" جواب ملتا ہے **ترکتک علی الله** اس ذات کے حوالے جس کی ملکیت میں کسی کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ پھر وہ بڑے سکون و قرار کے ساتھ یہ کہتی ہیں اور شوہر کو الوداع کہتی ہیں "**اذا لا یضیعنا**" شوق سے تشریف لے جائیں۔ جب ہم اللہ کے حفظ و امان میں ہیں، تو وہ ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا اور دنیا کی کوئی طاقت ہمارا بال بیکا نہیں کرسکے گی۔

فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کے سلسلے میں یہ آرڈیننس جاری کردیا کہ انہیں قتل کردیا جائے۔ اب دیکھیں کہ اللہ شیر خوار موسی علیہ السلام کی حفاظت کیسے کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ام موسی سے یہ نہیں کہا کہ اسے لے کر اتنی دور چلی جا، جہاں فرعون کے جاسوس بھی نہ پہنچ سکیں۔ بلکہ یہ کہا وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ

فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ (قصص:7) یعنی اور ہم نے موسی کی ماں کو حکم دیا کہ تم اسے دودھ پلاتی رہو، اور جب تمہیں اس کی زندگی کا ڈر ہو جائے، تو اسے سمندر میں ڈال دو، اور نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔ ہم بلاشبہ اسے تمہارے پاس لوٹا دیں گے اور اسے اپنے رسولوں میں سے بنائیں گے"۔

موسی علیہ سلام پانی میں غرق نہیں ہوئے، بلکہ اس کی پرورش اسی فرعون کے محل میں اپنی ماں کے دودھ سے ہوئی۔ انہیں شہزادہ کی زندگی ملی۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ اس فرعون نے انہیں مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ اللہ نے حفاظت فرمائی۔ اس کی بیوی کہنے لگی وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَلَکَ لَا تَقۡتُلُوۡہُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا وَّہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ (قصص:9) فرعون کی بیوی نے کہا: یہ لڑکا میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا۔ اسے تم لوگ قتل نہ کرو۔ امید ہے کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے گا یا ہم اسے اپنا لڑکا بنا لیں گے۔ اور انہیں حقیقت حال کی کوئی خبر نہ تھی"۔

اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی اس وقت حفاظت فرمائی، جب وہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے۔ فرعون نے تعاقب کیا۔ اب سامنے بحر قلزم اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر تھا۔ اللہ تعالی نے ان کو سمندر میں اپنی لاٹھی مارنے کا حکم دیا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ نے لاٹھی مارنے کا حکم کیوں دیا؟ بغیر مارے بھی راستہ ہموار ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ اللہ اپنی قدرت کو ظاہر کرنا چاہ رہا تھا۔ عصا مارا تو راستہ بن گیا اور اگر نہیں مارتے تو راستہ بھی نہیں بنتا۔ ساتھ ہی دنیا کو یہ پیغام دیا کہ منزل کو پانے کے لیے، آگے بڑھنے کے لیے اور ترقی کرنے کے لئے حرکت میں آؤ۔ اگر آپ میں حرکت نہیں ہے، تو آپ میں کچھ بھی نہیں۔ پہلے آپ پانی پر عصا ماریئے تو راستہ ملے گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر آپ اس دنیا میں باوقار زندگی گزارنا چاہتے ہیں، تو دوڑ لگائیں۔ اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں۔ اپنے اندر اثر پیدا کریں۔ پھر اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ جاہل رہ کر، نکما بن کر عزت نہیں ملے گی۔ فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ (الشعراء:63) ''ہم نے موسی سے بذریعہ وحی کہا کہ آپ اپنی لاٹھی سمندر کے پانی پر ماریئے۔ (انہوں نے ایسا ہی کیا) اور سمندر (دو حصوں میں) پھٹ گیا۔ اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کے مانند ہو گیا"۔

اندازہ لگائیں اللہ کی طاقت کا۔ کمزور موسی علیہ السلام اور ان کے ماننے والے بچ گئے اور فرعون اور اس کی تجربہ کار و طاقتور آرمی، کمانڈر اور سپہ سالار، سب پانی میں ڈوب گئے۔ وہ کتنا طاقتور تھا؟

اللہ نے یونس علیہ سلام کی سمندر کی گہرائی میں حفاظت فرمائی۔ انہوں نے سمندر کی تاریکی، شب کی تاریکی، مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، ان تینوں تاریکیوں میں بھی اپنے سامنے اپنے رب کو پایا۔ جہاں نجات کی تمام راہیں بند تھیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ یونس علیہ السلام کی مدد کر سکے۔ وہ پکار اٹھے فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ وَ نَجَّیۡنٰہُ مِنَ الۡغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (انبیاء:87-88) ''پس انہوں (یونس) نے تاریکیوں میں اپنے رب کو پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو تمام عیوب سے پاک ہے۔ میں بیشک ظالم تھا۔ تو ہم نے ان کی دعاء قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات دی۔ اور ہم مؤمنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں''۔

اللہ تعالی نے اپنے رسول اور انکے یار کی غار ثور میں کیسے حفاظت فرمائی؟ جب دشمن غار کے دہانے پر پہنچ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے، بولے لو رأى الى موضع قدميه لرأنا اگر ذرا جھک گئے تو ہمیں پکڑ لیں گے۔ اس وقت ان کے ساتھ کون تھا؟ وہ اللہ تھا۔ فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡہَا (توبہ:40) ''اللہ نے انہیں اپنی طرف سے تسکین دی۔ اور ایسے لشکر کے ذریعے انہیں قوت پہنچائی، جسے تم لوگوں نے نہیں دیکھا''۔

اور جب سفر ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک نے پیچھا کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں اللہ کے نبی! سراقہ آ رہا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کون سی ذات تھی؟ کس نے سراقہ کے گھوڑے کو زمین میں دھنسایا؟ اور وہ سراقہ جو سرخ اونٹ کے لالچ میں نکلا تھا، جب واپس ہوا تو بشارت و امان کی دولت بے بہا ساتھ لے کر گیا۔

مشہور واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے۔ ایک مشرک آیا۔ اور آپ ہی کی تلوار لے کر آپ کی گردن پر رکھ دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ شہ رگ پر رکھی ہوئی تلوار تیز تلوار تھی۔ محمد آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اتنی قریب موت دیکھ کر آپ کے بھی لبوں پر مسکراہٹ ہے۔ تیرے ہاتھ میں موت نہیں، یہ تو عرش والے کے ہاتھ میں ہے۔ فرمایا "اللہ" مشرک پر لرزہ طاری ہو گیا۔ تلوار چھوٹ کر دور گر گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اٹھ کر تلوار پکڑ لیتے ہیں۔ اب وہ نیچے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر ہیں۔ اب تم بتاؤ تمہیں کون بچائے گا؟ منتیں کرنے لگا، مجھے معاف کر دیں۔ فرمایا نہیں، تمہیں بھی میرا رب ہی بچا سکتا ہے۔ (بخاری)

محترم قارئین! زندگی کی گھڑیاں جب تلخ ہو جائیں۔ آپ جب مصائب کی دلدل میں پھنس جائیں۔ اور حیات و موت کی کشمکش میں مبتلا ہو جائیں۔ آفات و بلیات کا غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جائے۔ سارے اپنے، پرائے ہو جائیں۔ تو حالات سے گھبرائیں نہیں۔ مایوس و مغموم نہ ہوں۔ عزم و استقلال کا پیکر بنیں۔ زمانہ بدلے گا، حالات کروٹ لیں گے۔ بس شرط یہ ہے کہ ہم پوری قوت کے ساتھ اس ذات کا دامن تھام لیں، جو عرش بریں کا مالک ہے۔ اور اسی پر وہ مستوی ہے۔ اور جو اپنی قدرت و علم کے اعتبار سے ہم سے بہت قریب ہے۔ جو ہر قسم کے نفع و نقصان کا

مالک ہے۔وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔وہ غنی وحمید ہے۔اور ساری مخلوق اس کے سامنے بے بس اور مجبور ہے۔ جیسا کہ وہ پورے جلال کے ساتھ فرما رہا ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (یونس:107)''اگر اللہ آپ کو کسی تکلیف میں مبتلا کردے،تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کرسکتا ہے۔اور اگر وہ آپ کے لئے کوئی بھلائی چاہے،تو اس کے فضل وکرم کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے۔يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (فاطر:15)''اے لوگو!تم ہی سب اللہ کے محتاج ہو۔اور اللہ تو بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے''۔

اور یہ دعا بھی کرتے رہیں حسبنا الله ونعم الوکیل یہ ایک عظیم وبابرکت جملہ ہے۔مؤثر وطاقتور جملہ ہے۔اس کے معانی بڑے جلیل اور اس کا مضمون بڑا جمیل ہے۔اس جملہ کو اگر ہم سنگین بحران اور شدید مصیبت میں ادا کریں گے،تو ساری مصیبتیں آسان ہوجائیں گی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔تو انہوں نے حسبنا الله ونعم الوکیل کہا۔

اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ دشمنوں کی بڑی تعداد آپ کے خلاف جمع ہوچکی ہے۔تو انہوں نے حسبنا الله کہا۔گویا دونوں جلیل القدر انبیاء نے مصیبت کی گھڑی میں یہ دعا مانگی۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران:173)''لوگ (کفار) تم سے جنگ کے لئے جمع ہوگئے ہیں۔تم ان سے ڈر کر رہو۔تو اس خبر نے ان کا ایمان بڑھادیا۔اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور یہ اچھا کارساز ہے''۔

پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف ومصیبت کی گھڑیوں میں اسے پڑھنے کی وصیت امت کو فرمائی ہے:کیف انعم قد التقم صاحب القرن الخ (ترمذی،ج4:260) میں کیسے چین سے بیٹھوں جبکہ صاحب قرن (اسرافیل) نرسنگا پر منہ رکھے ہوئے،نظریں جھکائے،کان کھولے،اور نگاہیں عرش الٰہی کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں کہ کب انہیں صور پھونکنے کی اجازت ملتی ہے۔صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول!اس وقت ہم کیا کہیں گے؟ تو فرمایا:قولوا حسبنا الله ونعم الوکیل توکلنا علی الله ربنا اس وقت کہو ہمیں اللہ کافی ہے،وہ اچھا کارساز ہے۔ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے"۔

اللہ تعالی زندگی کی کٹھنائیوں،تلخیوں اور نامرادیوں سے بچائے۔روح القدس کے ذریعے ہماری تائید فرمائے۔سجدے کی توفیق دے،اور ظاہر وباطن کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔آمین ☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا، امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ' جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کورونا وائرس اور اسلام کا نظام نظافت وطہارت

مولانا اسعد اعظمی / بنارس

کورونا وائرس سے بچاؤ کی جو احتیاطی تدابیر بتائی جارہی ہیں خوشی کی بات ہے کہ ان میں سے اکثر تدابیر ہمارے دین میں چودہ سو سال پہلے سے موجود ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت یا تو انھیں جانتی نہیں یا جاننے کے باوجود غفلت میں مبتلا ہے۔ اسلام کے خصائص اور امتیازات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ نظافت وطہارت والا دین ہے۔ اس سلسلے میں اس کی تعلیمات بڑی واضح اور ہمہ جہت ہیں۔ جسم کی صفائی، کپڑوں کی صفائی، گھروں کی صفائی، راستوں کی اور پبلک مقامات کی صفائی، اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزوں میں صفائی، برتنوں کی صفائی ...الغرض نظافت اور صفائی ستھرائی کا ایک مکمل اور جامع نظام ہے جس پر اگر مسلمان صحیح معنوں میں عمل کریں تو ان کے علاقوں اور محلوں کا نظارہ ہی کچھ اور ہوگا، لیکن افسوس یہ ہے کہ اس مذہب کے ماننے والوں نے اپنی شناخت ہی کچھ اور بنا رکھی ہے۔ گندگی ان کے علاقوں کی علامت بن چکی ہے۔ تنگ راستوں اور گلیوں میں جگہ جگہ کوڑے، بہتا ہوا پانی، تعمیری ملبے وغیرہ وغیرہ دیکھ کر لوگ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ شاید اب ہم مسلم محلے میں پہنچ چکے ہیں۔

اسلام میں طہارت و نظافت کو ایمان کا جز قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: پاکیزگی نصف ایمان ہے، (صحیح مسلم:۲۲۳) یعنی اجر وثواب میں آدھے ایمان کے برابر ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل 'لا الہ الا اللہ' کہنا ہے، اور سب سے ادنی راستے سے تکلیف اور گندگی کی چیز کا ہٹانا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (مسلم:۳۵)

بدن کی صفائی: سب سے پہلے جسم کی صفائی کے معاملے کو دیکھا جائے تو اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات بہت زیادہ توجہ طلب ہیں۔ صرف غسل اور وضو کے پورے نظام کو دیکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے۔ نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے لیے بندے کو حدث اکبر (وہ گندگی جو غسل سے دور ہوتی ہے) اور حدث اصغر (وہ گندگی جو وضو سے دور ہوتی ہے) دونوں سے پاک ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز درست اور مقبول نہیں ہوگی۔ جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا ہے: ''اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز کو قبول نہیں کرتا''۔ (مسلم:۲۲۴)

وضو میں جسم کے جن اعضا کی اور جس انداز میں صفائی کی جاتی ہے اس کی تفصیل دیکھیں تو تعجب ہوتا ہے کہ دن بھر میں کم سے کم پانچ مرتبہ ہر مسلمان کو سر سے لے کر پیر تک تمام کھلے رہنے والے اعضاء کی لازماً صفائی کرنی ہوتی ہے، وہ بھی اس باریکی کے ساتھ کہ ناک تک میں پانی چڑھا کر اس کی صفائی کی جاتی ہے اور دانت کی بذریعہ مسواک صفائی کی جاتی ہے، اور وہ تمام اعضاء جنہیں وضو میں دھلنا ضروری ہوتا ہے ان کا بال برابر حصہ بھی صفائی سے چھوٹ نہ جائے اس کی سخت تاکید ہے۔

مباشرت کے بعد میاں بیوی دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح احتلام سے بھی غسل واجب ہوتا ہے۔ ہفتہ میں جمعہ کے دن خاص طور سے بہ اہتمام غسل کر کے مسجد میں آنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس کی وجہ بھی ذکر کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے (مسجد نبوی میں) آیا کرتے تھے، لوگ گرد وغبار میں چلے آتے، گرد میں اٹے ہوئے اور پسینے میں شرابور، اس قدر پسینہ ہوتا کہ تھمتا نہیں تھا اور ان کے جسم سے بو اٹھتی، ان میں سے ایک انسان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ میرے یہاں تشریف فرما تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم لوگ اس دن صاف ستھرے ہو جایا کرو۔ (بخاری: ۹۰۲، مسلم:۱۹۵۸)

جسمانی صفائی کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کی وہ حدیث بھی یاد رکھنی چاہیے جس میں آپ فرماتے ہیں: دس چیزیں فطری ہیں: مونچھیں کٹوانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف کے بال مونڈھنا اور استنجاء (پیشاب، پاخانہ کے بعد ڈھیلے یا پانی یا دونوں سے صفائی) کرنا، راوی کہتے ہیں: دسویں چیز میں بھول گیا، شاید وہ کلی کرنا ہو۔ (صحیح مسلم:۲۶۱)

اس حدیث میں مذکور اکثر چیزوں کا تعلق جسمانی نظافت اور صفائی ستھرائی ہی سے ہے، اور ان چیزوں کو فطرت کا حصہ بتایا گیا ہے، یعنی گویا یہ انسان کی فطرت اور خمیر کا حصہ ہیں، اور ان کو نظر انداز کرنا ایک طرح سے فطری تقاضوں کو نظر انداز کرنا ہے۔

مسواک اور دانت کی صفائی کی مختلف حدیثوں میں تاکیدی طور پر ہدایت دی گئی ہے۔ ہر وضو یا ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اللہ کے رسول کی سنت ہے۔ آپ نے اپنے قول اور عمل دونوں کے ذریعے سے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دو ہاتھ دیے ہیں، اور دونوں کے الگ الگ استعمال کے بارے میں بتلایا ہے، چنانچہ ہر اچھا کام جیسے کھانا، پینا، مصافحہ کرنا اور اس قسم کے کام داہنے ہاتھ سے انجام دیے جائیں، دوسری طرف گندگی والے اور غیر افضل کام جیسے پیشاب پاخانے کے وقت، ناک صاف کرنے کے وقت اور تمام ناپسندیدہ کاموں میں بایاں ہاتھ استعمال کیا جائے۔ ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا (صفائی) کرے، اور نہ برتن میں سانس لے۔(بخاری:۱۵۴، مسلم:۲۶۷)

اسی طرح آپ ﷺ نے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا بھی تاکیدی حکم فرمایا ہے اور اس سے پرہیز نہ کرنے کو قبر کے عذاب کا سبب بتلایا ہے۔

کپڑوں کی صفائی: جسمانی صفائی کے ساتھ شریعت مطہرہ نے لباس کی صفائی ستھرائی پر بھی کافی زور دیا ہے، جسمانی طہارت کی طرح نماز اور کئی عبادتوں کے لیے لباس کی طہارت بھی شرط ہے کہ اس کے بغیر وہ عبادتیں درست نہیں ہوں گی۔ قرآن کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا تو ابتدائی سورتوں میں سے ایک سورہ میں حکم نازل ہوا کہ: [اے نبی! اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھیں۔] (سورہ مدثر:۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر کے بال منتشر ہیں، آپ نے فرمایا: کیا اس کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے بال کو درست کر لے (کنگھی کر لے)؟ آپ نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ اس کے اوپر میلے کپڑے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا اس شخص کو پانی نہیں ملتا کہ اپنا کپڑا دھو لے؟ (مسند احمد: ۱۴۸۵۰، ابوداود:۶۲، صحیح الجامع:۱۳۳۳)

ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں: جس نے بال رکھے ہوں تو چاہیے کہ انہیں بنا سنوار کر رکھے۔ (ابوداود:۴۱۶۳، صحیح الجامع:۶۴۹۳)

کھانے پینے کی چیزوں اور برتنوں کی صفائی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا تو ایک آدمی نے کہا میں (بعض دفعہ) برتن میں تنکے وغیرہ دیکھتا ہوں (تو کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: اس میں سے (کچھ) پانی انڈیل دو۔ اس نے کہا: میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: تو اس وقت تم اپنا منھ برتن سے ہٹا لو۔ (یعنی برتن منھ سے ہٹا کر سانس لو، پھر پیو) (ترمذی:۱۸۸۷، بسند حسن)

کھانے پینے کی چیزوں میں منھ سے پھونک مارنا چاہے جس مقصد سے ہو، مثلاً گرم ہو تو ٹھنڈا کرنے کے لیے، یا کسی تنکے کو ہٹانے کے لیے، یا کسی اور مقصد کے لیے، بہر حال ممنوع ہے۔ اسی طرح کچھ پیتے وقت پیالے یا گلاس میں سانس لینا بھی منع ہے۔ اس حکم میں نظافت و پاکیزگی کے جس اعلیٰ ذوق کی طرف اشارہ ملتا ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

برتن اور پانی دونوں کی صفائی کو باقی رکھنے کے لیے نبی ﷺ کی ہدایت ہے کہ:

جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک اسے تین دفعہ دھو نہ لے، کیوں کہ اسے نہیں معلوم کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا۔ (مسلم:۶۴۳)

راستوں اور عوامی جگھوں کی صفائی: وہ حدیث پہلے گذر چکی ہے جس میں راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کو ایمان کا جز بتلایا گیا ہے۔ یہ صرف اینٹ پتھر تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جس سے لوگوں کو ضرر اور تکلیف ہو اس میں شامل ہے، جیسے کوڑا کرکٹ، پیشاب پاخانہ، ہر طرح کا پانی، تعمیری ملبہ، اینٹ پتھر مٹی وغیرہ۔ اسی طرح راستوں میں گاڑی کھڑی کرنا، دکان لگا لینا، غرض ہر وہ کام جس سے راہ گیروں کو تکلیف ہو اس سے راستے کو پاک وصاف رکھنا اہل ایمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔

عام راستوں اور پبلک مقامات کی صفائی ستھرائی کے بارے میں ایک بہت ہی صریح حدیث ان الفاظ میں آئی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دولعنت والے کاموں سے بچو۔ لوگوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ دولعنت والے کام کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کے راستوں یا ان کے سایہ کی جگھوں پر قضائے حاجت کرنا۔ (صحیح مسلم:۲۶۹)

غور کریں کہ اسلام نے کن کن طریقوں سے صفائی ستھرائی اختیار کرنے اور گندگی پھیلانے سے اجتناب کرنے پر ابھارا ہے۔ کاش کہ ہم اہل اسلام ان ہدایات پر عمل کر کے دنیا کے سامنے اسلام کی سچی تصویر پیش کرتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اکرم ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم:۲۸۱)

جھیل، تالاب اور حوض وغیرہ کا پانی جو رواں دواں نہیں رہتا اس میں پیشاب کرنا منع ہے تو پاخانہ کرنا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔ اس عمل سے پورا پانی گندا ہو جائے گا، بدبو پھیلے گی اور تعفن پیدا ہوگا۔

مسجدوں کی صفائی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مسجد بنانے، انہیں صاف رکھنے اور خوشبو سے بسانے کا حکم دیا ہے۔ (ترمذی:۵۹۴، ابوداود:۴۵۵، ابن ماجہ:۷۵۸، وسندہ صحیح)

افسوس کہ بہت سی مسجدوں میں صفائی ستھرائی کا کوئی معقول اور مستقل انتظام نہیں ہوتا، ہر طرف گرد وغبار، جالا، مکڑا اور بے ترتیبی دیکھنے کو ملتی ہے۔ طہارت خانوں اور وضو خانوں کا حال تو اور برا ہوتا ہے۔ جب کہ احادیث شریفہ میں اس قدر تاکید

موجود ہے۔

اور ایک نظر ادھر بھی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو اپنے ہاتھ سے یا اپنے کپڑے سے منہ کو ڈھانپ لیتے اور اپنی آواز دھیمی کرتے۔ (ترمذی: ۲۷۴۵، ابوداود: ۵۰۲، علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

جب کسی کو جماہی آئے تو وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو روکے، کیوں کہ (ایسا نہ کرنے سے) شیطان اندر داخل ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۹۵) بعض روایتوں میں ہے کہ اس موقع پر جب تم میں سے کوئی منہ کھولتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

چھینک کے وقت کپڑے یا ہاتھ سے منہ ڈھانپنا اور جماہی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا نظافت ونفاست کے کس اعلیٰ ذوق کا پتہ دیتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ کاش کہ ہم مسلمان اسے عملی طور پر اپناتے اور ساتھ ہی دنیا کو اس ہدایت کی طرف متوجہ کرتے۔ صفائی ستھرائی کے اس جامع اور وسیع نظام کو دیکھیے، پھر مسلمانوں کی عملی حالت کا مشاہدہ کیجیے تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ دوسری قومیں ان محاسن وامتیازات کی حامل نظر آتی ہیں جو ہمارے دین کا حصہ تھیں اور ہم مسلمان ان تعلیمات سے اس قدر دور ہو کر زندگی گزار رہے ہیں کہ لگتا ہی نہیں کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق اور واسطہ بھی ہے۔ ہمارے خطباء ومقررین کو اس جانب خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، اہل قلم بھی اپنی ذمہ داری نبھائیں اور مختلف وسائل واسالیب سے قوم میں صفائی کے تعلق سے ایک تحریک چھیڑی جائے، بیداری مہم چلائی جائے، بلکہ علماء ودعاۃ اور باا ثر لوگ عملی اقدام کریں، بالخصوص نوجوانوں کو اس مہم سے جوڑیں۔ ان شاء اللہ کامیابی ملے گی۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق امیر حافظ محمد یحییٰ دہلویؒ صاحب کے انتقال پر

تعزیتی پیغام

گرامی قدر حضرت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ ورعاہ

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خبر یقیناً سلفیان ہند کے لیے خصوصاً اور ملت اسلامیہ کے لیے عموماً باعث رنج وافسوس تھی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست اور سابق امیر حافظ محمد یحییٰ دہلوی بن حمید اللہ الدہلوی رحمہ اللہ مورخہ ۲۲ رنومبر ۲۰۲۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ محمد یحییٰ دہلوی صاحب جماعت اہل حدیث کے گل سرسبد اور ملت اسلامیہ کے آبرو تھے، ان گنت مواقع پر ان کی جماعتی وملی غیرت کا مشاہدہ ہوا تھا۔ وہ ملی اتحاد کے نقیب اور جماعت وجمعیت کے بحرانی ادوار کی کشتی کے کھیونہار تھے۔ ہمارے چچا مرحوم حافظ محمد غفران صاحب جو ایک طویل مدت تک ان کی مسجد مدرسے والی، کشن گنج آزاد مارکیٹ دہلی میں امام رہے، ان کے ذریعہ حافظ صاحب اور ان کے خاندان کی قربانیوں کے تذکرے کافی سنے تھے۔ لیکن ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا جس کا افسوس رہے گا۔ انہوں نے ہمیشہ جماعت وملت کی فلاح وبہبود کے لیے کام کیا۔ اور جماعت وملت کے کاز کو آگے بڑھانے والوں کا ساتھ دیا اور ہمت افزائی کی۔ ذمہ داراوں کے ساتھ تعاون کیا اور آڑے وقت میں حق کے ساتھ ڈٹے رہے۔ انہوں نے جماعت اہل حدیث کے اعلیٰ ترین عہدہ پر متمکن ہونے کے باوجود جماعت کو ذاتی مقاصد کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی سرپرستی اور آپ یعنی سابق ناظم عمومی اور موجودہ امیر کی قیادت سے جمعیت وجماعت نے ہر میدان میں اتنی ترقی کی کہ جس کا میرے ناقص علم کے مطابق بیس سال قبل تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وسیع وعریض اہل حدیث کمپلیکس اور اس کی مختلف عمارتیں آپ کی شبانہ روز مخلصانہ کوششوں اور ان کے ایثار قربانی کی مثال اور عظیم یادگار ہے۔ سنا ہے کہ اب آپ نے اپنے دور امارت میں اہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد کی از سر نو تعمیر کو چوتھی منزل تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور نافع خلائق بنائے۔

بلاشبہ حافظ صاحب کی وفات ملک وملت اور جماعت وانسانیت کے لیے عظیم خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ اور جمعیت وجماعت اور ملک وملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ اور جمعیت وجماعت کا حامی وناصر ہو۔

والسلام علیم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حافظ محمد ابوشحمہ

سکریڑی جامعہ محمدیہ کرہٹیا، مدرسہ ظہیر الاسلام شہباز پور، صدر ضلع سنی اوقاف کمیٹی دربھنگہ وصدر ضلع جنتا دل واقلیتی کمیٹی دربھنگہ بہار

۲۷ رنومبر ۲۰۲۱ء

مریض کی عیادت

مولانا عبدالمنان شکراوی

مریض کی عیادت یعنی بیمار پرسی، ان نیک اعمال و بلند پایہ اخلاق میں سے ہے جس کی شریعت میں حد درجہ ترغیب آئی ہے اور اسے ایک مسلمان بھائی کے ذمہ دوسرے مسلمان بھائی کے حقوق میں شمار کیا گیا ہے، علاوہ ازیں اس پر بڑے ثواب اور اجر عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے۔ عیادت یا مزاج پرسی کے شریعت اسلامی میں کچھ احکام و مسائل ہیں جن کی رعایت کرنا بے حد ضروری ہے۔ عیادت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مقصد اجر وثواب اور رضائے الٰہی کا حصول اور ایک مسلمان بھائی کا دوسرے مسلمان بھائی پر جو حق ہے اس کی ادائیگی کی نیت سے ہو۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس سے باہمی بھائی چارے کو فروغ حاصل ہوگا اور یہ سماج کے تانے بانے کو بنانے اور مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

عیادت مسلمان کا مسلمان پر حق :اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار پرسی کی نصیحت ووصیت فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ دریافت کیا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: جب تم مسلمان سے ملو تو سلام کرو، جب وہ دعوت دے تو اسے قبول کرو، جب خیر خواہی کا طلبگار ہو تو اس کی خیر خواہی کرو، جب چھینکے اور الحمدللہ کہے تو تم جواب میں یرحمک اللہ کہو، جب بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرو اور جب اس کی وفات ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے چلو۔ (مسلم) بیمار پرسی کا شریعت میں تاکیدی حکم وارد ہوا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی مزاج پرسی کرو اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرو۔ (بخاری)

مریض کی عیادت ایک نیک عمل ہے اس کی اسلام میں بڑی ترغیب آئی ہے۔ مریض کی عیادت فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی اس کی دیکھ بھال نہ کرے اور وہ اسی حال میں مر جائے تو اس کے لیے سب لوگ ذمہ دار اور گنا ہگار ہوں گے۔ ہاں اگر دوسرے لوگ اس کی عیادت کرلیں تو سب گناہگار نہیں ہوں گے۔ مریض کی عیادت سے دوسرے لوگوں کو بھی اس نیک عمل کو کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور اگر وہ محتاج ہے تو حسب استطاعت اس کی مدد کے لیے لوگ آگے آ جاتے ہیں۔

عیادت کے فوائد :عیادت کے مریض اور خود زیارت کرنے والے کے لیے بڑے فوائد ہیں: اس سے عیادت کرنے والا ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ عیادت سے مریض کو دلی راحت ملتی ہے کیونکہ اپنے محبین ومحسنین کو حالت مرض میں دیکھنے کی اس کی خواہش ہوتی ہے، اس سے اسے خوشی ہوگی، دل کا بوجھ ہلکا ہوگا اور وہ یقیناً کچھ نہ کچھ چستی و ہلکا پن محسوس کرے گا۔ بیمار پرسی کرنے والا جب عیادت کے لیے آئے گا تو وہ فطری طور پر مریض کے لیے دعا بھی کرے گا جو اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔ مزید برآں زیارت کرنے والے کو یہ احساس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو عافیت بخشی ہے اور تندرستی سے نوازا ہے یہ اللہ کا بڑا کرم ہے تو لامحالہ وہ صحت وتندرستی کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اس کی تعریف بھی بیان کرے گا۔ اگر بیمار انسان غیر مسلم ہے تو اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کی جائیں نیز بتایا جائے کہ تمام انسان ایک سماج کا حصہ ہیں، اس کو احساس دلایا جائے کہ وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ اس مصیبت کی گھڑی میں ہم سب اس کے ساتھ ہیں، اس موقعہ پر حکمت ودانائی کے ساتھ اس کو اسلام کی دعوت بھی دی جا سکتی ہے۔

عیادت کے آداب: عیادت میں ضروری ہے کہ مریض کے عقل وفہم کی بھی رعایت کی جائے۔ اس سے اسی طرح کی باتیں کی جائیں جو اس کی سوجھ بوجھ سے میل کھاتی ہوں۔ اس کے سامنے بلند آواز سے بات نہ کی جائے۔ جن باتوں سے اسے تکلیف ہونے کا اندیشہ ہو ہرگز نہ کی جائیں۔ اس سے لایعنی گفتگو نہ کی جائے۔ وہاں زیادہ دیر تک بیٹھنا مناسب نہیں کہ اسے یا اس کے گھر والوں کو گراں گزرے۔ ہاں اگر مریض کی خواہش ہو یا اس کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنا اس کی مصلحت میں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ عیادت کے اسلامی آداب میں سے ہے کہ انسان جب کسی کی عیادت کو جائے اچھی اچھی باتیں وہاں کرے، مریض کے حق میں شفایابی کی دعا کرے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اچھی باتیں کرو کیونکہ جو تم کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے رہتے ہیں۔ (بخاری)

عیادت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آدمی مریض کے پاس جائے اور جا کر واپس چلا آئے بلکہ ضروری ہے کہ وہ اس کے حالات کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرے اور اپنے نیک مشورے دے یا اثر ورسوخ رکھتا ہو تو اس کے علاج میں اپنا تعاون پیش کرے۔ اگر مریض کی مالی حالت کمزور ہے تو حسب استطاعت اس کی مالی مدد سے بھی گریز نہ کرے۔ لوگ شادی بیاہ، ولیمہ، عقیقہ وغیرہ کی تقریبات میں لفافے پیش کرتے ہیں جبکہ ایک ضرورت مند بیمار اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے لفافہ پیش کیا جائے۔ صاحب حیثیت لوگوں کی بجائے ضرورتمندوں کو لفافے پیش کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ مریض کی عیادت کرتے وقت اس کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے مالی تعاون پیش کیا جائے تو یہ ایک سود مند اقدام ہوگا۔

عیادت کا وقت :شریعت میں عیادت کا کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے بلکہ

ایسے وقت عیادت کی جائے جس وقت بیمار یا اس کے اہل وعیال کے لیے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیادت کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص دن یا وقت متعین نہیں فرمایا بلکہ دن رات جب بھی چاہیں عیادت کی جاسکتی ہے۔'' بہر حال جولوگوں میں عیادت کے وقت کے سلسلے میں رائج ہو یا بہتر سمجھا جائے، کرنا چاہیے۔بعض علماء کا خیال ہے کہ مریض کی عیادت مرض شروع ہونے کے تین دن بعد کرنی چاہیے جس کے لیے وہ ایک حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں۔لیکن وہ ضعیف ہے۔اور صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ مرض کی ابتدا ہی سے عیادت کی شریعت میں اجازت ہے۔عیادت سے متعلق احادیث کا عموم اسی پر دلالت کرتا ہے۔عیادت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ جس کی عیادت کی جارہی ہے وہ ہوش وحواس میں ہو یا اس سے ملنے کی اجازت دی جارہی ہو۔ بلکہ عیادت کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔اس سے آپ کی ملاقات نہ بھی ہو، آپ اس کے لیے دعا کریں گے۔اس کے اہل وعیال کو آپ کی آمد سے تسلی ہوگی ان کا بوجھ ہلکا ہوگا، گلے شکوے دور ہوں گے۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''مریض کے عیادت کرنے والے کی آمد سے بے خبر رہنے کی وجہ سے عیادت کا حکم موقوف نہ ہوگا کیونکہ عیادت کا مقصد اس کے اہل وعیال کی تسلی وتشفی اور عیادت کرنے والے کی مریض کے لیے دعا بھی ہوتی ہے۔وہ مریض پر اپنا ہاتھ رکھتا اور پھیرتا ہے اس پر دعا کر کے دم کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔''

عیادت کی فضیلت: بیمار پرسی عمدہ عادت اور انسانیت دوستی کا مظہر ہے۔اس کی جانب اسلام نے بڑی توجہ دی ہے اور خاص اہتمام کیا ہے۔اس کے اندر عیادت کرنے والے نیز جس کی عیادت کی جارہی ہے دونوں کے لیے بھلائی پوشیدہ ہے۔بیمار کے پاس بیٹھنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے کے مترادف ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا:اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو میری عیادت کے لیے نہیں آیا۔بندہ کہے گا:اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو ساری دنیا کا پالنہار ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا؟ تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتا تو تو مجھے وہیں اس کے پاس پاتا؟ (صحیح الجامع) اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیمار کی عیادت کرنے والا اللہ کے یہاں اجر وثواب کا مستحق اور اس کی جناب میں عزت وبزرگی کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

اگر کوئی بندۂ مسلم کسی مریض کی صبح عیادت کرتا ہے تو شام تک اور شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک اس پر باران رحمت ومغفرت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جس نے کسی مسلمان مریض کی صبح کے وقت عیادت کی ستر ہزار فرشتے اس پر دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے شام کے وقت کسی مسلمان مریض کی عیادت کی صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔(ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ ایسے سمجھو کہ جنت میں پھل چن رہا ہے جب تک کہ عیادت سے واپس نہ آجائے۔(مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا کسی دینی بھائی سے ملاقات کی تو اس کو ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے: تمہاری دنیاوی واخروی زندگی مبارک ہو، تمہارا چلنا مبارک ہو، تم نے جنت میں ایک گھر حاصل کر لیا۔(ترمذی)

اسلام کی خوبیوں کو آج عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہم خود تو اجر وثواب کے مستحق ہوں ہی، دوسروں کو بھی اسلام کی خوبیوں کا علم ہو اور اسلام سے متعلق ان کی جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہوں۔ ہمارے اسلاف اس بات کا حد درجہ خیال رکھتے تھے اور کوئی بھی موقعہ اجر وثواب حاصل کرنے کا نہیں گنواتے تھے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون تم میں سے آج روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون آج مریض کی عیادت کو گیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ سب کام ایک شخص میں جمع ہوتے ہیں تو وہ ضرور جنت میں جاتا ہے۔(مسلم)

عیادت کی بعض دعائیں: مریض کی عیادت کی جائے تو اس وقت اس کے لیے شفایابی کی دعا کرنی چاہیے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی ایسے شخص کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی قریب نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات دفعہ یہ دعا پڑھے: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (میں عظمت والے اللہ جو عرش عظیم کا مالک ہے سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفا دے) تو اللہ اسے اس مرض سے شفا دے گا۔(ابوداود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے بعض بیماروں پر یہ دعا پڑھ کر دم کرتے اور اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَأْسَ اِشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا (اے اللہ لوگوں کے پالنے والے! تکلیف کو دور کر دے، اسے شفا دیدے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں، ایسی شفا (دے) کہ کسی قسم کی بیماری باقی نہ رہ جائے۔) (بخاری ومسلم)

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹیؒ

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں
(اقبالؒ)

جس طرح معجزہ شق القمر وہ اعجاز ہے کہ جس پر نہ صرف انسان ہی محو حیرت ہیں، بلکہ جنوں اور فرشتوں کا علم وطاقت بھی اس کے سامنے حیرت فروش ہیں، اور جس ہستی اقدس سے خدا کا یہ فعل ظہور میں آیا۔ اس کی رسالت اور نبوت کا مقام ومرتبہ اور ذات اقدس کا بابرکت سراپا ہمہ وقت سلام وصلوۃ کا سزاوار ہے کہ ان کے وجود مقدس سے افتخار آدمیت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا اس کی ازلی ابدی شان کے لائق شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہم انسانوں کی جنس میں سے ایک انسان، کامل انسان کو چن کر اسے عبدہ ورسولہ بنا کر مراتب علیا کا نورانی لباس پہنا کر ہماری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اگر غیر بشر رسول ہوتا تو ہم اس سے خاک بھی فائدہ نہ اٹھاتے نہ دنیا کا نہ دین کا۔ اس معجزوں والے بشر رسول پر بارش کے قطروں برابر درود وسلام ہو۔

بشارت دی مسیحا نے کلیم اللہ نے تیری
ہوا آمد سے پہلے شور تیری آمد آمد کا

واقعہ معراج کے سامنے عقلیں عاجز ہیں: عروج کے معنی ہیں اوپر چڑھنا اور معراج اوپر چڑھنے کا آلہ۔ یعنی سیڑھی یعنی معراج حضور انورؐ کے لئے سیڑھی ہے، جس پر سے آسمانوں پر چڑھے۔ اور معراج کے متعلق مشہور یہ ہے کہ بارہویں سال نبوت کے ستائیسویں رجب کو ہوئی تھی۔

واضح ہو کہ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک اسراء ہے اور مسجد اقصی سے آسمانوں تک معراج ہے، یہ اسراء اور معراج قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ منکر اس کا کافر، گمراہ اور بدعتی ہے۔ اور معراج جاگتے میں جسم مبارک کے ساتھ ہوئی تھی معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ جو کسی پیغمبر کو نہیں دیا گیا۔

اگر کوئی کہے کہ عقل نہیں مانتی کہ چند لمحوں میں مکہ سے مسجد اقصیٰ، اور مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمانوں سے بہت بہت آگے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی بہت اوپر چلے جانا، اور پھر اللہ سے باتیں کرنا۔ جنت کی سیر اور دوزخ کو ملاحظہ کر کے واپس آجانا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ محیر العقول واقعہ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود سرانجام نہیں دیا۔ بلکہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے خود آپ کیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل:۱)

''وہ اللہ (عجز اور درماندگی سے) پاک ہے۔ جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے (دنیا اور دین کی) برکتیں دے رکھی ہیں۔ تاکہ ہم ان کو (اپنی قدرت کے) نمونے دکھائیں، بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

تو اسریٰ کے معنی ہیں۔ اللہ لے گیا۔ یعنی معراج کا سارا واقعہ اللہ نے خود آپ سرانجام دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اب اس بارے میں نہ تعجب کرنا چاہیے اور نہ عقل کے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے گمراہی کے میدان میں دوڑانا چاہیے، جو بات قرآن اور حدیث سے یعنی خدا اور رسول کی زبان سے ثابت ہو جائے۔ اسے فی الفور مان لیں۔ اور اس پر ایمان اور عقیدہ مضبوط کر لیں۔ اگر عقل مداخلت کرے، تو اسے تنہا چھوڑ کر اللہ اور رسول کی محبت کے دریا میں تیرنے لگ جائیں۔ اقبال مرحوم نے یہی بات سمجھائی ہے۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یعنی اخبار غیب ہوں، معجزات ہوں، واردات وحی ہوں۔ صدق دل سے ایمان لاؤ۔ اور اگر عقل کہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو عقل کی پاسبانی سے کنارہ کر کے وحی کے فرمودات سے ہم آغوش ہو جاؤ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتش نمرود میں ڈالنے لگے۔ تو عقل نے کہا کہ آگ میں گرنے کا انجام جل جانا ہے۔ عقل لب بام کھڑی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ عشق بے خطر آگ میں کود پڑا۔ یعنی ایمان نے اللہ کی محبت کے جوش میں آگ میں چھلانگ لگادی۔ اور عقل لب بام یہ تماشا دیکھتی رہی۔ تو مطلب یہ ہے کہ عقل بے شک یک نور ہے۔ قرآن میں اس کی تعریف آئی ہے۔ لہٰذا تمام دین ودنیا کے کاموں میں عقل سے کام لینا چاہیے۔ بے عقل لوگ قابل مذمت ہیں۔ اور عقل مند قابل تعریف

ہیں۔عقل سے گمراہی کی بے شمار گتھیاں سلجھتی ہیں۔عقل مندقومیں کہکشاں گرتر قیاں کرتی ہیں۔سائنس کی لاکھوں ایجادیں عقل کی مرہون منت ہیں۔لیکن یادرکھیں کہ عقل مخلوق ہے۔مغیبات خداوندی،اسرارالٰہی،وحی کے اعجازاور معجزات اس کے تابع نہیں ہیں۔اور نہ یہ ان کا احاطہ کرسکتی ہے،اس لئے ان پر عقل سے مشورہ کئے بغیر ایمان لانا چاہیے۔اگر آپ عقل کے کہنے پر معجزات کا انکار کردیں گے۔تو ایمان برباد کرلیں گے۔اقبال مرحوم نے کیسے دلکش انداز میں یہ بات بیان کی ہے۔

خرد سے راہرو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے ؟ چراغِ رہگذر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ رہ گذر کو کیا خبر ہے

مسافر سفر میں عقل کے باعث روشن بصر ہے۔عقل ہی راہی کی بصارت کا نور ہے،تو پھر عقل کیا ہے؟ چراغ رہگذر ہے۔راستے کا چراغ ہے۔لیکن اس چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے کہ درونِ خانہ کیا کیا ہنگامے ہیں؟ درونِ خانہ ہنگاموں سے مراد اسرارالٰہی اخبارغیب،وحی کی واردات اور معجزات ہیں،عقل کو ان درون خانہ ہنگاموں کی کچھ خبر نہیں۔ان درونِ خانہ ہنگاموں کی خبروحی سے ملتی ہے،اور وحی قرآن ہے۔اور حدیث رسولؐ ہے۔پس جو اخبارغیب،معجزات اور خرق عادت باتیں قرآن اور حدیث سے ثابت ہوں۔عقل کی پروا کئے بغیران پر ایمان لے آنا چاہیے۔اگر ہنگامہ ہائے درون خانہ کو سمجھنے کے لئے آپ عقل سے کام لیں گے۔تو آپ کو عقل گمراہ کردے گی۔کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ عقل کے پتلے۔فلسفی سوچ سوچ کر خدا کا ہی انکار کردیتے ہیں۔اور دہریہ ہوجاتے ہیں۔ڈاکو اور چور عقل کو استعمال کر کے ہی حیران کن وارداتیں کرتے ہیں۔تو ؎

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

اس لئے ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے
(اقبالؒ)

واقعہ معراج کے متعلق ابوجہل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ دیکھو تمہارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ وہ رات کے چند لمحوں میں ساتوں آسمانوں اور ان سے آگے سے ہوکر آگیا ہے،یہ عقل سے کوسوں دور بات بھی تم اس کی مان لوگے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔چونکہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے۔اس لئے میں اس پر زبردست یقین کے ساتھ ایمان لاتا ہوں۔اس پر حضرت ابوبکرؓ کو صدحقیقت کا تمغہ جنت عطا ہوا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

تو عقل کے ساتھ محبت،عشق اور جنون بھی لازم ہے۔اخبار وحی میں جہاں عقل متردد ہوتی ہے۔وہاں محبت اور عشق ہی کام آتے ہیں۔محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی ہرادا پر جان قربان کرے۔اس کے ہر حکم پر بغیر مشورے کے قربان ہوجا یہی مطلب ہے اس ارشاد خداوندی کا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:۱۶۵)

''اور جو ایمان والے ہیں۔ان کو سب سے بڑھ کر اللہ کی محبت ہوتی ہے۔''

یعنی مومن موحد اللہ کی محبت میں سب کچھ کرگزرتا ہے۔خواہ دوجہان اس کے راستے میں روک بن جائیں۔جب محبوب کی محبت انتہا کو پہنچ جائے۔تو پھر عشق شروع ہوتا ہے،جب عشق کی انتہا ہوتی ہے۔تو پھر جنوں کی ابتدا ہوتی ہے،جب مردمومن صاحب جنوں ہوجاتا ہے۔تو پھر وہ اشد حباللہ کی مے اپنے پیارے رسول کے ہاتھوں پی کر عقل عیار سے بے نیاز ہوکر صرف محبوب کا ہی ہوکر رہ جاتا ہے۔وہ مولا کے حکموں،فرمانوں،اشاروں اور اداؤں پر مرنا مٹنا ہی جانتا ہے اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔یہی مضمون علامہ اقبالؒ نے ادا کیا ہے۔

عقل کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

تو اس مادی دورِ الحاد میں مسلمان کو صاحب جنوں بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسولؐ (جو خدا کی وحی سے بولنے والے ہیں) کی باتوں پر ایمان لانا چاہیے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیارشدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید و رسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پرعمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور قوم وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

علامہ محمد ادریس آزاد رحمانی: حیات وخدمات

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی

۱۹۶۵ء میں جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس کے ہوسٹل دار الاقامہ (پانڈے حویلی) میں آتے جاتے میں نے آزاد صاحب کا ذکر خیر سنا اور معلوم ہوا کہ آپ شاعر وادیب ہیں۔ آزاد تخلص ہے۔ اسی سے شہرت ہے۔ ابتدائی ایام میں ہم لوگ آزاد صاحب کی طرح مولانا محمد عابد حسن رحمانی کو بھی عابد صاحب کہتے تھے۔ ایک بڑے طالب علم نے تنبیہ کی کہ عابد صاحب نہ کہو، مولانا کہو، وہ شاعر نہیں ہیں۔ آزاد تو لقب ہے، نام مولانا محمد ادریس رحمانی املوی ہے۔ اس کے بعد ہم شیخین کے درمیان فرق کرنے لگے۔ اب عابد صاحب مولانا عابد صاحب ہوگئے اور آزاد صاحب، آزاد صاحب ہی رہے۔ البتہ بات چیت میں ہم انھیں مولانا صاحب کہتے تھے۔

علامہ نذیر احمد رحمانی املوی [وفات ۱۹۶۵ء] جامعہ رحمانیہ کے شیخ الحدیث تھے۔ سب انھیں ''بڑے مولانا'' کہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ آزاد صاحب محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری اور شیخین: شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری اور شیخ الحدیث نذیر احمد رحمانی املوی کے شاگرد رشید ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی سے بھی انہیں شرف تلمذ حاصل ہے۔

جامعہ رحمانیہ میں عربی جماعت رابعہ تک کے اساتذہ چند ہی تھے۔ ۶۶ء میں جامعہ سلفیہ میں تعلیم کے افتتاح کے بعد حضرات اساتذہ کرام جامعہ رحمانیہ: آزاد صاحب، شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی بنارسی اور مولانا محمد عابد حسن رحمانی رحمہم اللہ تعالی عیدالاضحیٰ کے بعد جامعہ سلفیہ منتقل ہوگئے۔ رہائش بھی وہیں تھی۔ ہم رحمانیہ کے طلبہ ہفتے میں کئی روز عصر کے بعد جامعہ سلفیہ کی سیر کرنے جاتے تھے۔ وہاں پر آزاد صاحب کو دوسرے اساتذہ کے ساتھ دیکھتے۔

جامعہ سلفیہ کی تاسیس ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔ اس وقت سے ۱۹۶۸ء تک کے جامعہ کے سارے اشتہارات، خطوط اور استقبالیہ خطبے سب کے لکھنے لکھانے کے ذمے دار آزاد صاحب ہی تھے۔ آپ انتہائی دلچسپی اور اخلاص کے ساتھ ہنستے مسکراتے برضا ورغبت جامعہ کی تعمیر وترقی میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

تدریس وافتاء کے فرائض بھی بھرپور انداز سے انجام دیتے۔ پریوا سے ہم چار طلبہ: میں، میرے بھانجے کفایت اللہ بن حمایت اللہ خان، خاندانی رشتے کے بھتیجے محمد عفان بن محمد سلیمان خان اور استاذ محترم مولانا ابوالخیر رحمانی فاروقی کے صاحبزادے محمد ابوالقاسم عربی کی تیسری جماعت کے طالبعلم تھے۔ مولانا عبدالوحید رحمانی جو بعد میں شیخ الجامعہ کے نام سے مشہور ہوئے، کے بھائی عبید اللہ ابو القاسم ہم سبق تھے۔ فاروقی صاحب کے شاگرد اور ہم وطن ہونے کی وجہ سے اساتذہ بالخصوص شیخ الجامعہ اور آزاد صاحب کی ہم لوگوں پر خصوصی عنایات وتوجہات کچھ زیادہ ہی رہیں۔

جامعہ رحمانیہ کے پرانے استاذ ماسٹر عبدالحمید جونپوری، فاروقی صاحب کے یار غار تھے۔ ان کی سرپرستی اور خصوصی توجہ بھی ہمیں حاصل رہی۔ ان تمام امور کی وجہ سے بنارس کا ماحول ہمارے لیے گھر جیسا تھا۔ شیخ الجامعہ کا پیار ملا۔ اسی انسیت کے ماحول میں اساتذہ کرام کی چھوٹی موٹی خدمت بھی تھی، جو ہمارے لیے ایک اعزاز سے کم نہ تھی۔ شیخ الجامعہ زیادہ تر شام کے وقت آزاد صاحب کے کمرے میں تشریف لاتے۔ چائے پان کا دور چلتا۔ کبھی میٹھے سموسے والا آواز لگاتا، دارالاقامہ بلڈنگ کی چوک میں داخل ہوجاتا۔ طلبہ کے ساتھ اساتذہ بھی سموسے خریدتے۔ اونچی کلاس کے ایک طالبعلم بونڈیہار کے مولانا عبدالودود آزاد صاحب اور شیخ الجامعہ سے بڑے مانوس تھے۔ وہ سموسے لے کر ان کے کمرے میں جاتے۔ شیخ الجامعہ کا دولت خانہ مدن پورہ محلے میں دارالاقامہ سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ آپ مجھے اکثر اپنے گھر بھیجتے کہ جاکر میرے لیے کھانا لے آؤ۔ آزاد صاحب کے کمرے میں شیخ الجامعہ ہمیشہ تشریف رکھتے تھے۔ دونوں میں مثالی محبت اور دوستی تھی۔

ابتدا میں اساتذہ کرام میں مولانا محمد عابد حسن رحمانی اور مولانا عبدالوحید رحمانی نے ہمیں عیدالاضحیٰ کی چھٹی تک پڑھایا۔ مولانا عبدالحمید رحمانی بھی ۱۹۶۶ء میں رحمانیہ میں ہمارے مدرس تھے۔ بعد میں مولانا عبدالسلام رحمانی جو الدار القیمہ بھیونڈی میں تھے، ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مولانا محمد عابد حسن کے فاضل بھتیجے جو بنارس کے رحمانی فضلاء میں سے ہیں، وہ بھی تشریف لانے والے ہیں۔ ان کی بھی تشریف آوری ہوئی۔ کونڈؤ، بونڈیہار (گونڈہ) سے مولانا عزیز احمد ندوی اور مبارکپور سے مولانا قرۃ العین تشریف لے آئے۔ ان چاروں اساتذہ کرام سے تیسری جماعت میں ہم مختصر سی جماعت نے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ ماسٹر فیروز مرزاپوری انگریزی پڑھاتے تھے اور ماسٹر عبدالحمید صاحب جونپوری قرأت وتجوید۔ آزاد صاحب سے نہ پڑھ پانے کی خلش تھی، لیکن یہ اطمینان تھا کہ اگر اللہ نے توفیق دی تو جامعہ سلفیہ میں عالمیت میں دو سال بعد ان سے اور دوسرے اساتذہ کرام سے تحصیل علم کا سنہری موقع ملے گا۔ رحمہم اللہ وغفرلہم جمیعا۔

جامعہ رحمانیہ میں شوال سے ذی الحجہ تک دار الاقامہ میں مقیم بڑی جماعت کے طلبہ سے بزرگ اساتذہ بالخصوص آزاد صاحب کے بارے میں خوب خوب

تعریفیں سنتے رہے۔

۱۹۶۸ء میں جامعہ سلفیہ میں داخلہ ملتے ہی آزاد صاحب سے استفادے کے بھرپور مواقع فراہم ہوئے۔ جامعہ رحمانیہ ہی سے ان مشائخ کرام رحمہم اللہ سے تعارف کی بناء پر ۶۸ء میں جیسے ہی استاذ محترم ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری استاذ کی حیثیت سے جامعہ تشریف لائے، وہ پڑھنے لکھنے والے آدمی تھے، ازہری کی نسبت سے مشہور ہوئے، ان سے تعارف ہوا۔ ابتداہی سے شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی اورآزاد صاحب مختلف مقالات ومضامین نقل کرنے کے لیے مجھے بلاتے تھے۔ میں الحمدللہ خوشخط تھا اور زودنویس بھی۔ ازہری صاحب نے مجلّہ المعارف (اعظم گڑھ) میں اشاعت کے لیے کوئی مضمون تیار کیا تھا۔ جب میں شیخ الجامعہ اورآزاد صاحب کی ایک مجلس میں گیا تو شیخ الجامعہ نے فوراً کہا کہ ڈاکٹر صاحب یہ پریوا کے طالب علم عبد الرحمٰن ہیں، ان کو مقالہ صاف کرنے کے لیے دے دیجئے، ان کی تحریر اچھی ہے۔ چند دنوں میں ڈاکٹر صاحب کے مقالے کوصاف کرکے ان کی خدمت میں حاضر کردیا۔ اس طرح سے ازہری صاحب کی توجہات وعنایات بھی حاصل ہوگئیں۔

استاذ محترم آزاد صاحب پان خوری اور چائے نوشی میں مشہور تھے۔ عالمیت سال دوم کے طالب علم ہمارے محترم دوست ڈاکٹر عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ کوآپ سے خصوصی تعلق خاطر تھا۔ وہ مولانا کی ٹوٹ کر خدمت کرتے تھے۔ چائے پان لانے اور بازار جانے کی خدمات محترم عبدالوہاب صدیقی اور مولانا عبدالرقیب بہاری عموما انجام دیتے تھے۔ آزاد صاحب کبھی کبھار مجھ سے بھی چائے منگواتے تھے، لیکن اکثر مجھ سے مقالات صاف کرواتے یا جامعہ کے نظام الاوقات ونظام الامتحانات وغیرہ کے چارٹ تیار کرنے کی خدمت لیتے تھے۔

۶۸ء ہی میں ایک دن آفس میں مجھے بلایا گیا تو میں زیادہ جھک کر نظام الاوقات کو پرھنے لگا۔ ایک استاذ نے کہا: لگتا ہے کہ تمہاری نظر کمزور ہے۔ میں نے فوراً اسی دن آنکھ چیک کرائی تو پتا چلا کہ اب مجھے عینک لگانی پڑے گی۔ واقعی بینائی کمزور تھی۔

استاذ محترم آزاد رحمانی کا طریقۂ تدریس وتالیف، ترجمہ، فتوی نویسی، خطوط واشتہارات کا لکھنا اور بڑھ چڑھ کر سب کام کرنا ہماری نظر میں ان کی مزید وقعت واحترام کا سبب بنا۔

ہم لوگوں نے آپ سے حدیث میں صحیح مسلم اورسنن ابی داود، فقہ حنفی میں شرح الوقایہ والہدایہ اورفرائض میں سراجی، متعدد کتابیں پڑھیں۔

آزاد صاحب مفتی، فقیہ، محدث اور فرائضی ہونے کے ساتھ عربی، اردو اور فارسی زبان کے بھی ماہر تھے۔ اردو کے شاعر وادیب تھے۔ اس لیے کلاس اورانجمن میں بعض اوقات مناسبت سے اشعار بھی مسکرا کر پڑھ دیتے تھے، جس سے ہم سب بڑا لطف اندوز ہوتے۔ فقہی کتابوں کے درس کے دوران کبھی طلبہ ٹیڑھے سوالات کرتے تو برجستہ جواب کے ساتھ زبان سے ظریفانہ جملے بھی نکل جاتے۔ ایک بار کسی طالب علم نے مدت رضاعت کے بعد عورت کے دودھ پینے سے اثبات رضاعت کے حکم کے بارے میں سوال کیا تو اس کی وضاحت فرمائی۔ ایک طالب علم نے مسکرا کر پوچھا کہ اگر آدمی اپنی بیوی کا دودھ پی لے؟ فوراً مسکرا کر فرمایا کہ خوب پیو! پوری مجلس قہقہے میں ڈوب گئی۔ آزاد صاحب بھی کھلکھلا پڑے۔ کتاب بند کرکے ہنستے ہوئے کلاس روم سے باہر نکل گئے۔ برصغیر کے بریلوی اور دیوبندی احناف کے یہاں حلالے کا مسئلہ بھی ہمیشہ فقہائے کرام کے یہاں موضوع بحث بنا رہتا ہے۔ حلالہ کے مسئلے پر بھی ایک بار بڑا ظریفانہ جملہ کسا۔ رحمہ اللہ۔

طریقۂ درس وتدریس: آپ کا طریقۂ درس وتدریس بڑا دل نشیں تھا، جس کو مختصراً سادگی و پرکاری سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ تفصیل سے مسئلے کو آسان انداز سے سمجھاتے، جس سے مشکل اور ادق مسائل بآسانی سمجھ میں آجاتے۔ طالب علمی کے زمانے میں طلبہ کی نظر میں اساتذہ کرام کی وہ وقعت نہیں ہوتی جو عملاً شعوری زندگی میں تجربے کے بعد ہوتی ہے۔ اگر ہم کچھ لکھ پڑھ لیتے ہیں تو اللہ تعالی کے بعد اس کا فضل اساتذہ کرام ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ جس میں آزاد صاحب سرفہرست ہیں۔ جزاہم اللہ خیرا، ورحمہم رحمۃ واسعۃ

تعلیمی وتدریسی لیاقت سے زیادہ اساتذہ کے اخلاقی رویے اورحسن سلوک سے طالب علم متاثر ہوتا ہے۔ آزاد صاحب کے تواضع، اخلاق اوراخلاص کا کون قائل اوران سے متاثر نہیں ہوگا؟

عالمیت کے سالوں میں ہم نے عالم (الہ آباد بورڈ) کا امتحان دیا۔ اس کے بعد دوسرے سال منشی فارسی کا۔ فارسی ۶۴ء میں مولانا ابوالخیر صاحب رحمانی فاروقی رحمہ اللہ سے گاوں میں تھوڑی سی پڑھی تھی، لیکن اتنی استعداد نہیں تھی کہ منشی کے امتحان میں بلا تیاری شرکت ممکن ہوتی۔ میں نے آزاد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے فارسی پڑھا دیں۔ فوراً تیار ہوگئے۔ دوسرے دن سے رات میں آپ سے گلستان کا درس لینے لگا۔ الحمدللہ فارسی میں اتنی شدبد ہوگئی کہ امتحان میں فرسٹ کلاس پاس ہوا۔ بعد میں گاہے بگاہے، لوگوں سے ملاقات میں یا تحقیق وترجمے میں کچھ نہ کچھ اس سے کام چلتا رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

فتوی نویسی: آزاد صاحب کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں فتاوے اس انداز سے تحریر فرماتے تھے کہ آپ کے مسودے ہی کوسائل کے پاس بھیج دیا جاتا تھا اوروہ رجسٹر پر نقل کرلیے جاتے تھے۔

مقالات بہت مفصل اور مدلل لکھتے۔ مولانا عامر عثمانی مدیر تجلی کے قلم کی تیزی، شوخی اورقلندری ان کی تحریریں پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہیں۔ مولانا نے طلاق ثلاثہ

کے مسئلے میں حنفی مذہب کی تائید میں خامہ فرسائی کی تو آزاد صاحب رحمہ اللہ نے اس کا نوٹس لیا اور مدیر تجلّی کے سہ آتشہ تفقہ کے عنوان سے کئی قسطوں میں مضمون شائع فرمایا۔مولانا عامر عثمانی کے انتقال پر افسوس کرتے ہوئے کہا کہ ان کی تحریروں کے تعاقب میں مجھے بھی لکھنے کا موقع ملتا تھا۔اب یہ موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔

میں صوت الجامعہ عربی کے مقالات کو صاف کرنے اور پروف ریڈنگ کا کام کرتا تھا۔میرے رفیق درس ڈاکٹر عبدالحنان بن لعل محمد آزاد صاحب کے فتاوے رجسٹر پر نقل کرتے تھے۔

آزاد صاحب نے مستقل طور پر تصنیف وتالیف اور ترجمے کا کام نہیں کیا۔درس وتدریس، فتوی نویسی، مقالہ نگاری، مجلّے کی نگرانی اور جامعہ کے کاموں میں مشغولیت نے اس کے لیے وقت ہی نہ چھوڑا۔شعر وشاعری میں بھی غالبا زیادہ اشعار نہیں چھوڑے۔

استاذ محترم کے مقالات پندرہ روزہ الہدی، دربھنگہ، صوت الجامعہ (بعد میں محدث)، جریدہ ترجمان وجریدہ اہل حدیث دہلی وغیرہ جماعت کے رسائل ومجلّات سے جمع کیے جائیں تو اندازہ ہے کہ ایک متوسط جلد میں آئیں گے۔رہ گئے فتاوے تو ان کی اشاعت کے لیے کئی جلدیں درکار ہوں گی۔

آپ کی پوری جدوجہد علماء کی کھیپ تیار کرنے پر مرکوز تھی۔اللہ تعالی نے اس میں بظاہر برکت بھی دی اور جامعہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ، جامعہ رحمانیہ، بنارس اور جامعہ سلفیہ کے فضلاء نے مختلف انداز کی خدمات سے مسلک ودعوت کی ترویج واشاعت کا کام انجام دیا۔ان شاء اللہ ہمارے اساتذہ کرام رحمہم اللہ بھی اس اجر میں برابر کے شریک ہوں گے۔

آزاد صاحب مطالعے، فتوی نویسی اور مقالہ نگاری اور جامعہ کی دفتری انداز کی دوسری خدمات میں محنت کرکے چور چور ہوجاتے تھے۔روزانہ صرف عصر کے بعد آپ، شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی، محمد ہارون بنارسی جنھیں ہم لوگ ''ہارون دا'' کہتے تھے اور مدن پورہ کے اکرام الحق صاحب، یہ چار یار ٹہلنے نکلتے اور زیادہ تر سونار پورہ، نیو کالونی کے علاقوں کی طرف جاتے۔راستے میں ایک ہوٹل میں چائے پیتے اور وقت مقررہ پر واپس آجاتے۔

استاذ محترم میری ہی طرح پستہ قد اور خوب موٹے تازے تھے۔عموماً صحت اچھی تھی۔بدن درد کرتا تو کبھی کبھی میں بھی ان کا بدن دباتا۔ان کے سر میں تیل لگاتا۔کہتے تھے کہ ذرا زور سے دباؤ، اتنا کہ بس بوٹی ہاتھ میں نہ آجائے۔یہ کہہ کر مسکرادیتے تھے۔بدن کڑا تھا، میں اسے صحت کی علامت سمجھتا تھا۔بعد میں پتا چلا کہ یہ صحت کی علامت نہیں تھی۔لیکن آزاد صاحب کی ہمت اور عزیمت نے انھیں چاق وچوبند بنارکھا تھا۔بعد میں سوگر کے مریض ہوئے، جس کا اثر آنکھوں پر پڑا۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

آزاد صاحب نے ایک تعطیل کے موقعے پر نماز نبوی پر اپنی ایک کتاب شائع فرمائی۔جب ہم گھر سے جامعہ واپس آئے تو پیلے غلاف کی یہ کتاب جس میں بعض اغلاط کی تصحیح بھی ہاتھ سے کی گئی تھی، کا ایک نسخہ مجھے عنایت کیا۔میں نے ان غلطیوں کا سبب جاننا چاہا تو عرض کیا کہ جی مجھ ہی سے یہ غلطیاں ہوگئی تھیں۔سبحان اللہ! یہ اعتراف ان کی عظمت کی دلیل ہے۔

اہل حدیث اور سیاست تالیف علامہ نذیر احمد املوی کی اشاعت آپ کی نگرانی میں ہوئی، جس پر آپ نے مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔بعض اساتذہ کی رائے میں اس کتاب میں کچھ تبدیلی اور حک واضافے کی ضرورت تھی۔اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے استاذ محترم کی اس کتاب میں کسی طرح کی اصلاح منظور نہیں ہے۔میں اسے بعینہ شائع کروں گا۔

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ عام دیوبندی علماء کی طرح اختلافی مسائل میں مسلکی تعصب کا نہ صرف شکار تھے، بلکہ اس کو ہوا دینے والوں میں سے تھے۔لیکن باہر کی دنیا میں حدیث کی موٹی موٹی کتابوں کی تحقیق واشاعت کی وجہ سے ''محدث کبیر'' کی شہرت بھی رکھتے تھے۔دراصل آپ کی تحقیقی کتابوں پر "محدث کبیر" کے لقب کی اشاعت نے بھی اپنا کام کیا۔باہر کی دنیا میں خدمت حدیث کی شہرت کے علی الرغم مئوناتھ بھنجن میں مذہبی تعصب کی آبیاری میں ان کا حصہ کسی متعصب دیوبندی عالم سے کم نہ تھا۔تراویح کے موضوع پر ان کی کتاب کے جواب میں مولانا نذیر احمد املوی نے قلم اٹھایا تو اسے اپنے شاگرد رشید مولانا آزاد صاحب کے نام سے "انتقاد صحیح بجواب رکعت تراویح" کتاب شائع فرمائی۔

جب تک آپ باحیات رہے مجلّہ کے مدیر رہے۔آپ کے رشحات قلم اور دوسرے اساتذہ کرام کے مقالات پر مشتمل اردو مجلّے کو ایک بار الہ آباد میں منعقد ایک مسلم پرسنل لا کے آل انڈیا اجلاس میں، میں نے مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدیر مجلّہ برہان (ندوۃ المصنفین، دہلی) کو دیا تو انھوں نے الٹ پلٹ کر دیکھا اور تبصرہ فرمایا کہ اس مجلّے کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کے مقالات اساتذہ جامعہ تحریر فرماتے ہیں۔

ہفتہ واری ندوۃ الطلبہ کے پروگراموں میں طلبہ کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں آزاد صاحب کی خدمات انتہائی قابل قدر ہیں۔ہر طالب علم کی تقریر یا تحریر کو غور سے سن اور پڑھ کر اس پر تبصرہ فرماتے۔معنی ومضمون کے ساتھ زبان اور اصطلاحات کی غلطیوں کی بھی نشان دہی فرماتے۔

ایک مرتبہ انجمن ندوۃ الطلبہ کے مجلّے "المنار" کے مضامین کے بارے میں عرض کیا کہ پہلے بڑی جماعتوں کے طلبہ ان کی اصلاح کردیں، اس کے بعد انھیں میرے پاس لے آؤ، ورنہ بہت زیادہ اصلاح کرنی پڑے گی۔

آزاد صاحب انجمن میں طلبہ کی اغلاط کی نشان دہی تفصیل سے کیا کرتے تھے،

میں نے ایک بار انجمن کے ختم ہوجانے کے بعد پوچھا۔ مولانا! ابوبکر کاف کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے گا یا فتحے کے ساتھ؟ مسکرا کر کہا: سکون کے ساتھ۔ آزاد صاحب کی زبان سے فتحے ہی کی ساتھ سنا تھا، اس لیے یہ استفسار کیا۔ موجود طلبہ ہنسنے لگے۔ آزاد صاحب نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ یہ ایک طرح سے ان پر اعتراض تھا، اس کی پرواہ کیے بغیر صحیح نطق کی تصریح فرمادی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

ایک بار ایک طالب علم نے تقریر کے دوران ''ساتھیو!'' کا لفظ استعمال کیا تو آپ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ لفظ کمیونسٹ استعمال کرتے ہیں، تم دوستو! اور بھائیو! کے الفاظ استعمال کرو۔

ایک بار دوران تقریر ایک ساتھی مولانا عبدالرقیب بہاری مرحوم نے امام الائمہ اور امام اعظم وغیرہ کے الفاظ اس انداز سے کہے کہ میں نے محسوس کیا کہ اس میں بعض ائمہ کی کچھ تنقیص ہے۔ میری باری آئی تو دوران تقریر میں نے تلخ آمیز لہجے میں اعتراضا چند جملے کہہ دیے تو آزاد صاحب نے اس پر چٹکی لیتے ہوئے تبصرے میں عرض کیا کہ پتا نہیں مولوی عبدالرحمٰن اس اصطلاح پر اتنے زیادہ کیوں چراغ پا ہوگئے؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ بعد میں پتا چلا کہ امام ابن خزیمہ امام الائمہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد اپنے استاذ امام ابوحنیفہ کو امام اعظم کا لقب دیتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس مخصوص لقب کو امام ابوحنیفہ کی سارے ائمہ پر فضیلت ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

فضیلت کے آخری سال انجمن کا انعامی مقابلہ تھا، جس کی نگرانی آزاد صاحب اور دوسرے اساتذہ کرام ہی کرتے تھے۔ طلبہ نے مجھ سے کہا کہ اساتذہ ناراض ہیں کہ پروگرام کے بارے میں انہیں پہلے سے کیوں باخبر نہ کیا گیا تھا؟ میں فوراً اٹھا اور جا کر آزاد صاحب سے کہ وہ سرخیل اساتذہ تھے، عرض کیا: میں سارے طلبہ کی طرف سے اس غلطی پر غیر مشروط معافی مانگتا ہوں۔ آپ حضرات پروگرام میں تشریف لے چلیں۔ اساتذہ فوراً انجمن کے جلسے میں تشریف لے گئے اور سارا پروگرام بحسن وخوبی انجام پا گیا۔ فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

استاذ محترم کے طلبہ سے لگاؤ اوران کی علمی استعداد سے متعلق انجمن ندوۃ الطلبہ کے سن ۱۹۶۹ء کے افتتاحی اجلاس کی رپورٹ میں آپ کے یہ کلمات زریں ملے:

''استاذ محترم مولانا آزاد صاحب رحمانی نے خاص طور سے طلبہ کی توجہ کو تقریر وتحریر کی طرف مبذول کرایا۔ آپ نے فرمایا: عزیز بھائیو! قوموں کے عروج وزوال کا راز تقریر وتحریر کی بے پناہ قوتوں میں مضمر ہے۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ اگر تقریر وتحریر نے کسی قوم کو اوج ثریا پر پہنچایا تو اس کے زبان وقلم کی کرشمہ سازیوں نے دوسری قوم کو زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے، جب ہم عربوں کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں جو اپنے سحر انگیز بیانات اور پُر اثر تقریروں سے بڑے بڑے معرکے سر کیا کرتے تھے۔ زبان وقلم کی طاقت سے بڑی سے بڑی جنگوں کی فتح کو شکست اور شکست کو فتح میں بدلنا بازیچۂ اطفال سمجھتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ یہی وقت آپ کے سیکھنے کا ہے۔ اگر آپ نے اس قیمتی وقت کو ضائع کر دیا تو پھر زندگی بھر پچھتانا پڑے گا۔ مرکزی دارالعلوم میں رہ کر آپ اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کیجئے کہ اپنے اندر ہر طرح کی استعداد پیدا کریں تا کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ کو دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ہمارے اکابر نے مرکزی دارالعلوم کو اسی مقصد کے لیے قائم کیا ہے کہ یہاں سے اسلام کے ایسے جانباز سپاہی تیار ہو کر دنیا میں پھیلیں جو زبان وقلم کے شہسوار اور تقریر وتحریر کے بادشاہ ہوں تا کہ اپنے زبان وقلم کی بے پناہ قوتوں سے الحادو دہریت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا منہ موڑ دیں اور اشتراکیت وکمیونزم جیسے فساد انگیز اور غلط نظریات کا خاتمہ کر دیں۔ (اخبار اہل حدیث، ۷/فروری ۱۹۶۹ء، ص ۱۱)

اسی سال جب میں عالمیت سال دوم کا طالب علم تھا تو انجمن کے ایک انعامی تقریری مقابلے میں میں نے بھی شرکت کی تھی۔ موضوع 'علامہ ابن تیمیہ اوران کے تجدیدی کارنامے' تھا۔ اس اجلاس کی صدارت شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب نے فرمائی اور حکم کی حیثیت سے مولانا محمد ادریس صاحب آزاد رحمانی، مولانا عبدالمعید بنارسی، مولانا شمس الحق بہاری اور ماسٹر شمس الدین متعین کیے گئے۔ اس مقابلے میں پہلا انعام مولانا رفیق احمد سلفی (عالمیت سال سوم)، دوسرا انعام ڈاکٹر عبدالمنان بن محمد شفیع لیثی (عالمیت سال اول) اور تیسرا انعام ناچیز کو ملا۔ فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔ (اخبار اہل حدیث، دہلی، ۲۱/ستمبر ۱۹۶۹ء۔)

تیسیر العزیز الحمید کا ترجمہ:

توحید باری تعالی پر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی مختصر سی کتاب اپنی جامعیت وافادیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی بہت ساری چھوٹی بڑی شروح ہیں، جن میں آپ کے ایک پوتے علامہ حسن بن عبدالرحمٰن بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تالیف فتح المجید اور دوسرے پوتے علامہ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کی تالیف تیسیر العزیز الحمید اس کی مبسوط شرحیں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ پاکستان سے فتح المجید کا ترجمہ ہوا ہے اور سعودی عرب میں اسے ادارہ شؤون الحرمین الشریفین وغیرہ کی طرف سے مفت تقسیم بھی کیا جا رہا ہے۔ ایک بزرگ دوست مولانا عطاء اللہ ثاقب صاحب نے فتح المجید اور کئی کتابوں کو اردو میں شائع کیا تھا۔ آزاد صاحب کی سلفی منہج اور عقیدے میں شیفتگی، توحید باری تعالی کو عام کرنے کی لگن اور آپ کی علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ آزاد صاحب مرحوم کو تیسیر العزیز الحمید کے اردو ترجمے کی طرف توجہ دلائی جائے اور اس عظیم خدمت

کے انجام دینے پر آپ کو آمادہ کیا جائے۔ میں نے اس سلسلے میں فوراً آپ کو ایک خط لکھا اور عرض کیا کہ آپ کے قلم سے اگر اس کتاب کا ترجمہ شائع ہوجاتا تو یہ ایک عظیم خدمت ہوگی۔ آزاد صاحب نے ترجمے کا کام فوراً شروع کردیا، لیکن نصف کتاب تک پہنچے تھے کہ اللہ تعالی کی طرف سے بلاوا آگیا۔ رحمہ اللہ۔ ان کے داماد سعید صاحب نے اس ترجمے کی اشاعت کی۔ پھر ہمارے رفیق درس مولانا اقبال سلفی نے اس کی تکمیل کی اور وہ بھی شائع ہوا۔ مرحوم عالیہ میں استاذ تھے۔ جوانی میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

آج پھر ضرورت ہے کہ اس عظیم دینی خدمت کو نئے انداز سے شائع کیا جائے، اس لیے کہ تیسیر العزیز الحمید توحید باری تعالی کے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا ہے۔

آزاد صاحب کا جامعہ سلفیہ کی تعمیر وترقی سے والہانہ تعلق تھا۔ پچھم کی طرف جہاں اس وقت جامعہ کی مسجد ہے، کی زمین کا مقدمہ چل رہا تھا۔ راجگیر برادری کا اس زمین پر دعوی تھا۔ معاملہ سنگین تھا۔ آزاد صاحب رحمہ اللہ راتوں میں اٹھ کر خصوصی طور پر مقدمے کی کامیابی کے لیے اللہ تعالی کے حضور روتے گڑگڑاتے تھے۔ اللہ تعالی کی توفیق سے عدالت نے جامعہ کے حق میں فیصلہ کیا۔ آج جامعہ کی مسجد اسی علاقے پر قائم ہے۔

جامعہ میں کبھی کبھار طلبہ شعر وشاعری کے لیے طرحی مشاعرے کا انعقاد کرتے۔ آزاد صاحب ان پروگراموں میں نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بلکہ اس کو کامیاب بنانے کی بھی پوری کوشش کرتے تھے۔

جامعہ میں تعطیل کے مواسم اور آزاد صاحب کا سفر املو:

املو (اعظم گڑھ) بنارس سے ڈیڑھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع مشہور قصبہ آپ کا گاؤں ہے۔ یہی مولانا نذیر احمد املوی کا مسکن تھا۔ مبارکپور سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر یہ مشہور بستی ہے جہاں اہل حدیث کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ جب بھی تعطیل کا وقت قریب آتا، آزاد صاحب کا وطن جانے اور بال بچوں کے ساتھ چھٹیاں گزارنے کا شوق تیز ہوجاتا۔ اس کی تیاری میں لگ جاتے۔ بچوں کے لیے ہدایا وتحائف اور گھر گرہستی کے سامان بڑے شوق سے خریدتے اور لدپھند کر عازم سفر ہوتے۔ ہم لوگ کہتے کہ آزاد صاحب کا شوق سفر دیدنی ہے۔ گھر سے واپس آنے کے بعد اگر کوئی ضروری چیز کی گھر والوں کی طرف سے ہدایت ہوتی تو پہلے ہی دن کسی نہ کسی طالب علم کو بلاکر کہتے کہ عبدالواحد کی والدہ نے فلاں چیز کا مطالبہ کیا ہے، اُسے اُسی دن خرید کر رکھ لیتے۔

آپ ایک بار پریوا کے ایک اجلاس عام میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ آزاد صاحب جلسے میں شریک تھے۔ لیکن تفصیل نہیں معلوم تھی۔ سالانہ تعطیل کے موقعے پر جب میں گاؤں آیا تو دیکھا کہ ہمارے گاؤں میں، خاص کر ہمارے خاندان کی خواتین میں عقیقے کے مسئلے کا چرچا ہے۔ انھوں نے ذکر کیا کہ آزاد صاحب نے ہر نومولود کے عقیقے کے وجوب کا فتوی دیا ہے۔ اس دلیل سے کہ اگر ماں باپ نے اپنے بچے کا عقیقہ نہ کیا تو وہ اللہ رب العزت کے یہاں ان کی شفاعت نہیں کرے گا۔ میں نے بنارس آکر آپ سے ملاقات کی اور اس مسئلے کے بارے میں استفسار کیا کہ پریوا میں عقیقے کی اہمیت اور اس کے وجوب کے بارے میں آپ کے فتوے یا تقریر کا بڑا چرچا ہے۔ لیکن پوری بات کوئی نہیں بتا پا رہا ہے، جس سے اس مسئلے کے سمجھنے میں مدد ملتی۔ بعض لوگ جن سے اس مسئلے میں آپ کی تقریر کی تفصیل ملنے کی توقع تھی، وہ یا تو جلسے کے انتظام میں مشغول تھے یا جلسے ہی سے دور تھے۔ آپ نے فوراً اٹھ کر سنن ابو داود مع عون المعبود نکالی اور عرض کیا کہ جی! میں نے اپنے خطاب میں امام احمد کا حدیث کی شرح میں قول نقل کیا تھا۔ سمرہ بن جندب سے مروی یہ حدیث آئی ہے: كل غلام مرتهن بعقيقته۔ احمد بن حنبل اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث کا تعلق شفاعت سے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بچے کا عقیقہ نہیں کیا گیا اور بچپن ہی میں وفات پا گیا تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ **هذا في الشفاعة يريد انه اذا لم يعق عنه، فمات طفلاً لم يشفع في ابويه.**

آزاد صاحب کے حدیث عقیقہ کی شرح وتفسیر کا مقصد اس سنت موکدہ کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔ اسی سلسلے میں امام احمد کا یہ قول نقل کیا۔ بچہ والدین کی شفاعت نہ کرے گا۔ اس جملے نے لوگوں کے کان کھڑے کردئے اور عورتوں نے اس سلسلے میں زیادہ چھان بین کی۔

عقیقہ سنت موکدہ ہے۔ سمرہ کی حدیث مسند احمد اور سنن ابی داود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ امام ترمذی نے اس پر صحیح حسن کا حکم لگایا ہے۔ ائمہ اسلام کے یہاں اس سنت پر عمل کرنے کا اہتمام تھا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اہتمام کے ساتھ نومولود کا عقیقہ سنت رسول کے احیاء کی نیت سے کریں۔ یہ ایک اہم عبادت ہے۔ اللہ کے نام پر ذبح کرنا خالص رب کی عبادت کا کام ہے، اسی لیے غیر اللہ کے نام ذبح کرنا کفر اکبر کہلاتا ہے۔

آزاد صاحب سے تعلقات کی کچھ مثالیں

7 جون ۱۹۷۳ء میں میری شادی کی تقریب تھی۔ میں نے آزاد صاحب کو خط لکھ کر دعوت دی تو شادی کی تہنیت پر پوسٹ کارڈ ارسال فرمایا۔ ایک جملہ یاد ہے کہ شادی کے ہنگامے سے فارغ ہوکر اب آپ تکان اتار رہے ہوں گے۔

مولانا کے بڑے صاحبزادے عبدالواحد دوران تعلیم ہم لوگوں سے بڑے مانوس تھے۔ آزاد صاحب سے میرے گہرے تعلق کا بھی انھیں اندازہ تھا۔ والد صاحب کے انتقال کے بہت بعد ایک دن وہ پریوا تشریف لائے۔ ساتھ میں وہ خط

بھی تھا جس میں میں نے آزاد صاحب سے گزارش کی تھی کہ وہ تیسیر العزیز الحمید کا اردو میں ترجمہ کریں۔عزیز گرامی عبدالواحد نے اپنی معاشی پریشانیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ کا یہ خط والد صاحب کے اوراق میں ملا تو میں نے سوچا کہ آپ سے ملاقات کروں۔اس سلسلے میں آپ سے مشورہ کروں اور عرض کیا کہ میرے لڑکے عبدالباسط نے حفظ قرآن کے ساتھ مولوی کا کورس بھی مکمل کیا ہے۔اس کو سعودی عرب میں کوئی جگہ دلا دیجئے۔اللہ تعالی کو منظور ہوا تو میرے لیے رزق میں آسانی ہوجائے گی ان شاء اللہ۔میں نے فوراً ہامی بھر لی اور عرض کیا کہ فی الحال آپ انھیں میرے یہاں مدرسے میں بھیج دیں۔یہاں رہ کر کچھ پڑھیں لکھیں۔خاص کر حفظ قرآن کو پختہ کریں اور تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کرلیں۔عزیزم عبدالباسط آئے۔ایک مدت یہاں پر قیام کیا، پھر اللہ تعالی نے کرم فرمایا، ایک دوست نے عرض کیا کہ مجھے ایک ایسا آدمی چاہئے جو میرے بچوں کو قرآن کی تعلیم دے اور گھر کے کاموں میں میرے اور میرے والد صاحب کا ہاتھ بٹائے۔میں نے ویزہ اور ٹکٹ بھیج کر عبدالباسط کو ریاض بلالیا۔سعودی عرب میں ملازمت میں جو پہلی بار ٹک جائے گویا اس نے تسخیر جن کا معرکہ سر کرلیا۔کچھ دن عزیمت کے گزرے، جب وہ وہاں کے ماحول کے عادی ہوگئے تو دھیرے دھیرے اکتاہٹ اور الجھن بھی جاتی رہی۔محلے میں چند کلومیٹر کے فاصلے پر ان کی رہایش تھی۔کبھی کبھار میں ان کے پاس چلا جاتا، کبھی وہ میرے گھر بھی آجاتے تھے۔بعد میں ان کے آنے جانے کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔جس آدمی کے یہاں ملازمت تھی، میرا بھی ان سے رابطہ منقطع رہا۔اس چھوٹی ملازمت سے یقیناً خاندان کو کچھ نہ کچھ راحت مل ہی گئی ہوگی۔اللہ تعالی آزاد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے آل واولاد کو بھی دنیا وآخرت میں سعادت مند بنائے۔

مذکور بالا مشاہیر علماء کے علاوہ بھی اساتذہ ہیں۔لیکن ان کا تذکرہ اس وقت میرے موضوع سے باہر ہے۔اسی طرح سے آپ کے شاگردوں کی تعداد کا معاملہ ہے۔دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، جامعہ رحمانیہ اور آخر میں جامعہ سلفیہ کے یوم تاسیس وافتتاح سے انتقال تک نہ جانے کتنے طلبہ نے آپ سے استفادے کے لیے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ان میں اداروں کے فارغین فضلاء کی سن وار تفصیلات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔جامعہ سلفیہ کے فضلاء میں سے جو درس وتدریس، ترجمہ، افتاء، خطابت اور صحافت وغیرہ سے جڑے ہیں اور جو اداروں کے چھوٹے بڑے موسسین وسربراہان ہیں خود ان کی تعداد اچھی خاصی ہے۔

رحمانی فضلاء میں دینی علوم وفنون اور درس وتدریس، افتاء وترجمہ میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔صوت الجامعہ سہ ماہی (۱۳۹۳ھ=۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۶ء تک کے ایڈیٹر آزاد صاحب رہے۔

مولفات: استاذ محترم (۱۹۱۶ء-۱۹۷۸ء) کی تصنیفی خدمات سے متعلق ہمارے پاس معجم اعلام الہند میں درج ذیل معلومات ہیں:

۱۔عصمۃ الانبیاء ابن حزم کی الملل والنحل سے ایک طویل فصل کا اردو ترجمہ (مخطوط)

۲۔صلاۃ النبی صفحات ۵۶، پہلا اڈیشن دربھنگہ، ۱۹۷۶ء

۳۔انتقاد صحیح بجواب ذیل رکعات تراویح، ص۱۷۸، ط۔لکھنو، یہ ذیل رکعات تراویح تالیف مولانا عبدالباری قاسمی کی تردید میں ہے۔واضح رہے کہ مولانا عبدالباری قاسمی نے علامہ نذیر احمد املوی کی تالیف انوار المصابیح پر رد لکھا تھا، یہ کتاب انھی کے رد میں ہے۔

۴۔تاریخ مرکزی دارالعلوم، (جامعہ سلفیہ)[مخطوط]

۵۔خطبہ استقبالیہ (اہل حدیث کانفرنس املو، اعظم گڑھ میں پیش ہوا۔اس میں تاریخ اہل حدیث کا تذکرہ آگیا ہے۔

۶۔ترجمہ تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید (نصف اول) عدد صفحات ۵۴۸، آزاد صاحب کے داماد جناب سعید سالم اور ان کے املو کے دوستوں کے تعاون سے اس کتاب کی اشاعت ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔

۷۔سیرت محمدیہ (مخطوط)

۸۔ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کی سیرت ایک جائزہ، ابن حزم کی الملل والنحل سے ترجمہ۔

۹۔آیات بینات: صفحات ۴۴، ط۔۱۹۷۵ء، اس کتاب میں شرک وبدعت سے متعلق دو سوالات کے جوابات ہیں۔

۱۰۔جواب الجواب لآیات البینات (قلمی) اس میں قبر پرستوں کے آیات بینات پر اعتراضات کے جوابات ہیں۔

۱۱۔فتاوی رحمانی (دارالافتاء جامعہ سلفیہ میں موجود ہیں)

آزاد صاحب کی زندگی کے کئی مراحل ہیں۔

۱۔پیدائش اور نشو ونما سے لے کر دارالحدیث میں داخلے تک

۲۔دارالحدیث کے ایام تعلیم وتربیت

۳۔دارالعلوم احمدیہ سلفیہ میں تدریسی فرائض اور دارالعلوم کے آرگن الہدی کی ایڈیٹری۔

۴۔جامعہ رحمانیہ کے تدریسی ایام

۵۔جامعہ سلفیہ کی تاسیس سے وفات تک کی خدمات۔

عموماً میری گذارشات کا تعلق آخری چوتھے اور پانچویں فقرے سے ہے۔کاش کہ خود مولانا کی زبانی ان کے حالات سن کر قلم بند کرلیے ہوتے۔لیکن اب تو ان کے اور دوسرے اساتذہ کرام کے حالات پر کچھ لکھتے یہ شعر نوک قلم آجاتا ہے:

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب دینے دفتر کو
ورق جب اس کا اڑا لے چلی ہوا اک ایک

استاذ محترم رحمہ اللہ کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔افسوس کہ مدت مدید سے خواہش کے باوجود جمع خاطر نہ ہو پایا کہ آپ کی سیرت و خدمات سے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کرسکوں،لیکن تدریس،تصنیف و تالیف اور ترجمے کے کاموں میں عمومی طور پر اساتذہ کرام یاد آتے رہے کہ انھی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا ثمرہ ہے کہ اس میدان میں باعزت زندگی گزر گئی۔اور آخرت میں کامیابی و سرخروئی کی امید و دعا ہے۔ اساتذہ کا شمار تو محسنین میں ہوتا ہی ہے۔ان میں سرفہرست آزاد صاحب ہیں۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مسلک سے لگاؤ،اس کی اشاعت کی تڑپ اور اس کے لیے ہمہ وقتی جدو جہد اور فکر، طلبہ سے ہمدردی، جماعت اہل حدیث اور جامعہ سلفیہ کی والہانہ اور بے لوث خدمات، رب عزوجل کے حضور دعا ہے کہ استاذ محترم کو ان خدمات کا اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلی مقام دے۔

طب کی تعلیم:

استاذ محترم آزاد رحمہ اللہ نے دہلی کی اقامت اور اس کے علمی ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فراغت کے بعد طب کی تعلیم مکمل فرمائی۔مستقل علاج معالجے سے تو نہیں جڑے۔لیکن کچھ نہ کچھ تعلق رہا۔ یاد آتا ہے کہ ایک بار لال تیل تیار کیا۔ اگر حافظہ خطا نہ کر رہا ہو تو اس کا نام فقیری تیل رکھا تھا۔ ہمارے ہم سبق مولانا عبدالجبار ضیغم ناگپوری رحمہ اللہ کو بعض امراض لاحق تھے۔آزاد صاحب نے ان کے لیے جو نسخہ تجویز کیا تھا وہ مزاج کے موافق نہ ہوا، جس سے دوسرے امراض بھی لاحق ہو گئے۔ شفا تو اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے۔حکماء اور اطباء کے نسخے تو سبب ہیں، جسے اختیار کرنا بھی مشروع ہے۔اصل شفاء کا مالک رب عزوجل ہے، جو سب کا شافی اور سب کے لیے کافی ہے۔مولانا ضیغم مسلسل بیماریوں کا شکار رہے،لیکن دور سے ان کی آواز سن کر یا ان سے مل کر آدمی جلدی یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنی عافیت میں رکھے۔

صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری مشہور جراح تھے۔ اسی پیشے سے جڑے رہے اور فراغت سے سلفی دعوت اور حدیث کی خدمت کی۔ ہمارے گاؤں کے مولانا عبدالستار رحمہ اللہ دہلی میں مدرسہ عزیزیہ کے فارغ تھے۔ طب کی تکمیل بھی انھوں نے کی اور گاؤں میں ایک چھوٹی دکان مع مختصر سے طبی عمل سے گزارہ کرتے رہے اور دعوت وتبلیغ بالخصوص جمعہ پڑھانے کا کام بڑے شوق سے کرتے رہے۔

گاؤں ہی کے دوسرے فاضل مولانا حکیم محمد اکبر فاروقی رحمانی نے بھی تکمیل الطب کا کورس پورا کیا۔علمی اور تدریسی میدان میں نہ رہے۔ دہرہ دون میں طب یونانی کے ہسپتال میں ملازمت کی۔ چند سال پہلے انتقال ہوا۔رحمہ اللہ۔

حکیم ضیاء الدین ضیاء (مئوآئمہ، الہ آباد) نے دارالحدیث رحمانیہ سے پڑھ کر تکمیل الطب کا کورس پورا کیا۔ الہ آباد میں شفاخانہ کھول کر علاج معالجہ کرتے رہے۔آخری عمر میں لکھنو کے طبیہ کالج کے پرنسپل ہوئے۔

مولانا حکیم عبیداللہ رحمانی بن مولانا عبدالرحمٰن ڈوکموی (رائے بریلی) نے سعیدیہ، دارانگر، بنارس اور دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم کے بعد طب کی تعلیم حاصل کی اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ اس پیشے سے جڑے رہے اور ایک مدت تک کشمیر میں طبیہ کالج میں پروفیسر رہے۔

دہلی اور لاہور جیسے علم وحکمت کے مراکز میں تعلیم حاصل کرنے والے دینی مدارس کے طلبہ کی ایک اچھی تعداد نے اس زمانے کے رواج کے مطابق دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ یا بعد میں طب یونانی کا کورس بھی پورا کیا۔حصول رزق کے لیے طب کا پیشہ تیر بہدف نسخہ ہے قبل اس کے کہ طبیب سے مریض کو فائدہ ہو۔

ماضی میں ہمارے اکابر علوم شریعت کے ساتھ طب سے بھی تعلق رکھتے تھے۔دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کے سرپرستوں اور ممتحنین میں امام العصر حافظ حدیث علامہ محمد گوندلوی نے دہلی میں طب کی تعلیم حاصل کی تھی اور فراغت کے بعد تدریس وتبلیغ کے ساتھ اس پیشے سے بھی جڑے رہنا چاہا،لیکن ایسا نہ کرسکے، یکسو ہو کر صرف تدریسی میدان میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ایک عالم نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ حکیم اجمل کہتے تھے کہ جب محمد گوندلوی درس میں ہوتے ہیں تو مجھے سوچ سمجھ کر اور تیاری کر کے کلاس میں آنا اور بولنا پڑتا ہے۔

آزاد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے طبیب القلوب والا ذہان بنایا تھا۔آپ نے عملی طور پر پوری زندگی علم ودعوت کی آبیاری میں گزاری اور آپ سے مستفیدین ہندستان اور اس سے باہر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ پر اجر وثواب کی بارش برسائے اور جنت الفردوس میں آپ کو اعلیٰ مقام دے۔

آزاد صاحب مرنجاں مرنج آدمی تھے۔استاذ محترم مولانا عبدالوحید صاحب سے ان کی دوستی اور تعلق خاطر ضرب المثل اور قابل تقلید وستائش تھا۔ہم نے دونوں کو پوری زندگی ہم پیالہ وہم نوالہ دیکھا۔ایک بار ایسا ہوا کہ کسی بات پر شیخ الجامعہ اور آزاد صاحب میں ناچاقی ہوگئی۔وہ منظر بھی بڑا عجب تھا۔آزاد صاحب کی بے چینی قابل دید تھی۔تین دن کے اندر اندر پھر مجمع البحرین ہوگیا۔اللہ اللہ خیر صلا۔

آزاد صاحب کی ایک بڑی پیاری عادت تھی۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ یہ بھی تربیت کا ایک انداز تھا۔جب حدیث کی کوئی کتاب ختم ہوتی تو مطالبہ کرتے کہ تم لوگ پارٹی کرو۔ ہم لوگ خوب شوق سے آپس میں چندہ اکٹھا کرتے اور جشن مناتے۔

ہمارے اساتذہ کرام پارٹی کے دن خوش خوش تشریف لاتے۔ مسرت کے ماحول میں ہم طلبہ کے ساتھ مٹھائی اور نمکین پھر چائے پان سے لطف اندوز ہوتے اور دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوتے۔

اساتذہ اور طلبہ کا یہ اجتماع دراصل محدثین کے یہاں اپنے اصحاب کے ساتھ جو تعلق خاطر رہتا تھا کی ایک تصویر تھا۔ یہ عادت اور سلیقہ بھی سکھاتا تھا کہ ہم آپس میں مل جل کر بعد میں بھی اسی طرح پیار و محبت سے رہیں۔

جامع صفات: آزاد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع صفات بنایا تھا۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ایک مدرس صرف اپنے فن میں مہارت رکھتا ہے۔ دوسرے علوم وفنون سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ زندگی کے ہنگاموں سے دور ہوتا ہے۔ انتظامی امور سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور رحمت ومہربانی سے ایسی شخصیات بھی پیدا فرماتا ہے، جن سے مختلف شعبوں میں امت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

فرائض: آزاد صاحب یقیناً جامع المعقولات والمنقولات تھے۔ علم الفرائض کو بڑا اہم اور مشکل علم مانا گیا ہے۔ اس کے ماہرین کم ہی پائے جاتے ہیں۔ آزاد صاحب اس فن میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ جامعہ میں فرائض میں السراجی آپ ہی پڑھاتے تھے۔

علوم حدیث: علوم حدیث یعنی مصطلح حدیث وفقہ حدیث اور رجال حدیث سب پر آپ کی عمیق نظر تھی۔ اس میدان میں آپ کی صلاحیت کا مظاہرہ تدریس وافتاء اور مقالہ نگاری کے میدانوں میں واضح تھا۔

حنفی فقہ اور تقابلی مطالعہ: برصغیر کے مسلمانوں کی فقہی فروع میں اکثریت حنفی مذہب والوں کی ہے۔ وہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے نام سے منسوب فقہ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اس فن میں مہارت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ آزاد صاحب کو حنفی فقہ واصول فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ فقہی مسائل کی تشریح اور صحیح حدیث کے مخالف مسائل کو بڑی خوش اسلوبی سے بیان فرماتے اور محقق فن کی حیثیت سے کلام فرماتے تھے۔ آپ کے تلامذہ ومستفیدین آپ کی اس مہارت کے شاہد ہیں۔ آپ کی تحریریں بھی اس کی شاہد عدل ہیں۔

منطق وفلسفہ: منطق وفلسفہ کی کتابیں آپ نہیں پڑھاتے تھے، لیکن مناظروں اور تقابلی مطالعے میں برصغیر کے علماء کے یہاں اس میں بھی مہارت کی اہمیت ہے۔ آزاد صاحب کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ اس فن سے بھی آپ کو لگاؤ تھا۔

ادیان ومذاہب: ادیان ومذاہب کا مطالعہ بھی ہمارے علماء کے یہاں دلچسپی کا موضوع رہا ہے۔ استاذ محترم اہل حدیث علماء کی طرح احقاق حق کے مقصد سے اسلامی فرقوں کے عقائد وآراء کے ساتھ غیر اسلامی مذاہب کا مطالعہ بھی کرتے تھے، خاص کر مناظرہ میں اس علم کی ضرورت سے انکار نہیں۔ امام ابن حزم کی الملل والنحل سے دو عنوان کے اردو ترجمے سے اس فن سے آپ کے لگاؤ کا پتا چلتا ہے۔

عربی اور اردو زبان وادب اور شعر وشاعری: آزاد صاحب کا تعارف ان کے تخلص سے عام تھا۔ دہلی میں دوران اقامت داغ کے شاگرد ساحل سے اصلاح لیتے تھے۔ آپ ایک پختہ شاعر تھے۔ رحمانیہ دہلی کے سخت قوانین کے باوجود کسی نہ کسی طرح دہلی کے مشاعروں میں بھی شرکت فرما لیتے تھے۔ جامعہ کے طلباء کے اشعار وقصائد کی تصحیح کا کام بھی کرتے تھے۔ شاعر چاہے اردو کا ہو یا عربی کا یا کسی اور زبان کا، اس کے لیے علم عروض وقوافی سے شناسائی ضروری ہے۔ خاص کر دوسروں کی اصلاح کے وقت تو اس علم سے واقفیت کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ استاذ محترم کو اس فن سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔

اردو شاعری میں تو آپ نے بہت ساری حمد ونعت، مدح صحابہ اور دوسرے موضوعات پر اسلامی نظمیں چھوڑیں۔ طلبہ جامعہ کے مجلّہ المنار کی زینت آپ کے اشعار ہوا کرتے تھے۔ اس وقت میرے سامنے ۱۹۶۸ء کا ایک نمبر ہے۔ حسن اتفاق سے اس میں آزاد صاحب کی دو نظمیں بھی ہیں۔ قارئین کرام کی ضیافت طبع اور نئی نسل کے سامنے آپ کی شاعری کے نمونے پیش کرنے کے لیے یہ دونوں نظمیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چرخِ ہدایت کے مہ و انجم، رضی اللہ تعالی عنہم
جن کے نقشِ قدم پر ہم تم، رضی اللہ تعالی عنہم
باعثِ رونق دینِ محمد، وجہِ بہارِ ملتِ احمد
گلشنِ دیں میں ان سے تبسم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم
خم کدۂ ایمان کے ساقی، ان سے حق کی آن ہے باقی
بادۂ دین و عرفان کے خم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم
پاکے نبی کا ایک اشارا، دار پہ چڑھ جانا ہے گوارا
دینِ خدا کا ان سے تحکم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اپنی حیاتِ پاک میں ہر دم، راتوں کو با دیدۂ پرنم
رہتے طاعتِ خالق میں گم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم
سوزِ یقیں سے دل میں حرارت، ختم کیا باطل کی شرارت
پیش نظر تھا حق کا تقدم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم
حامیِ حق اسلام کے غازی، عربی عجمی اور حجازی
غیر کی خاطر موجِ تلاطم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان سے ملی ہے دولتِ ایماں، آزاد وہ ہیں لطف کے ساماں
آؤ کہیں ان کے لیے ہم تم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۲) میرے جوانو! بڑھو

خیال ِدار ورسن کیا ہے مسکرا کے بڑھو
سوئے حیات بڑھو! زندگی لٹا کے بڑھو
فلک کو پھر سے تمہارا ہے امتحاں مقصود
خوشی سے خنجر ِقاتل گلے لگا کے بڑھو
جہاں ہے تنگ کہ تم عاشق محمد ہو
ہزار حیف ہے طوفاں کی طرح چھا کے بڑھو
تمھاری غیرت حق اور دب کے رہ جائے
غرور و نخوت ِباطل مٹا مٹا کے بڑھو
لگے ہیں گھات میں ایمان و دین کے رہزن
کمال بازوئے حیدر انھیں دکھا کے بڑھو
بھڑک رہا ہے جہاں میں شرار ِبو لہبی
مرے عزیز جوانو! اسے بجھا کے بڑھو
عطا ہوا ہے جو نورِ چراغِ مصطفوی
اٹھو دلوں کو ذرا اس سے جگمگا کے بڑھو
صنم کدوں کو براہیم کی ضرورت ہے
تبر اٹھاؤ، عزائم جواں بنا کے بڑھو
غمِ حیات سے آزاد کیوں ہو آزردہ
خدا کے لطف کو اب مہرباں بنا کے بڑھو

[المنار، جلد۲، ۱۹۶۸ء =۱۳۸۸ھ، ص۱۴۳، ۱۴۴، ندوہ الطلبہ، مرکزی دار العلوم، جامعہ سلفیہ بنارس]۔

(۳)

آہ سیف الملۃ والدین

(مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی کی رحلت پر)

آزاد رحمانی مبارکپوری

خزاں نے لوٹ لیا آج گلستاں سارا
ہے پتی پتی بنی جیسے ایک انگارا
بنا ہے دردِ مجسم ہر ایک دل یارب
فغاں کے ضبط کا باقی نہیں ہے اب یارا
ابھی تو ظلمتِ عصیاں جہاں میں باقی ہے
غروب ہوگیا ملت کا آج کیوں تارا
غضب ہے اٹھ گئے دنیا سے سیف بوالقاسم
چلائے گا سرِ بدعت پہ کون اب آرا
کہاں سے آئے گی آواز قال قال رسول
زبانِ سیف کھلے گی نہ پھر جو دوبارا
کریں گے دین پہ حملے جو دشمنانِ رسول
فمن یقوم لدین النبی انصارا
غضب ہے بجھ گئی شمعِ شریعت روشن
بہے گا کیسے زمانے میں نور کا دھارا
جہاں میں عاشقِ ذکرِ نبی تھے بوالقاسم
نصیب ہو انھیں جنت کا خوب نظارا
جناں میں جا کے رہیں خلد ہو مقام ان کا
وہاں بھی اوج پہ ان کی قسمت کا ہو تارا
رہے ہیں سیف کے دنیا میں جو عقیدت مند
انھیں ہو میرے خدا غم کے ضبط کا یارا
دعا ہے آج یہ آزاد کی خدا تجھ سے
کہ کر عطا تو کوئی سیفِ دین دوبارا

(نور توحید لکھنو: مولانا سیف بنارسی نمبر، ص۲۰)

ترجمہ کے فن میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ابن حزم کی الملل والنحل اور تیسیر العزیز الحمید آپ کی فن ترجمے پر قدرت کی شاہد عدل ہیں۔

اسلامی تاریخ: سیرت نبوی، اسلامی تاریخ و تمدن بھی ہمارے علماء کی دلچسپی کے موضوعات ہوتے تھے۔ آزاد صاحب نے اس سلسلے میں بعض کتابیں تصنیف فرمائیں۔

عقیدہ: صحیح اسلامی عقیدے کا موضوع مسلک اہل حدیث کے عاملین کا بہترین موضوع رہا ہے۔ آزاد صاحب نے ایسے اساطین فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے تھے، جن کا اوڑھنا بچھونا عقیدہ ہی تھا۔ اس سلسلے میں آپ کی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ میں نے ان سے گزارش کی کہ آپ کتاب التوحید کی شرح تیسیر العزیز الحمید تالیف علامہ سلیمان بن عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا اردو ترجمہ کردیجئے تو فوراً قلم لے کر بیٹھ گئے۔ تمام طرح کی مشغولیات وامراض کے ساتھ عمر کے آخری پڑاؤ میں آپ نے اس ضخیم کتاب کے نصف اول کا ترجمہ مکمل کردیا جو اشاعت پذیر بھی ہوا۔

تمام علمی خوبیوں کے باوصف آزاد صاحب دو موقر علمی جرائد کے ایڈیٹر بھی

رہے۔ دربھنگہ میں دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے آرگن پندرہ روزہ الہدی اور جامعہ سلفیہ بنارس کے آرگن محدث (صوت الجامعہ) آپ کی صحافتی خدمات، آپ کے کامیاب صحافی ہونے کی دلیل کے لیے کافی ہے۔ مقالہ نگاری میں تو آپ کو شہرت تھی ہی۔

خطابت: آزاد صاحب کی خطابت مولانا ابوالکلام آزاد والی گھن گرج اور آہنگ والی خطابت نہ تھی۔ علمی اور دعوتی مسائل کی شرح کے لیے علمی اسلوب کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ مدلل خطابت کے قائل تھے۔ آپ کا خطاب عام فہم ہوتا، جو محدثین کی شان خطابت کا آئینہ دار تھا۔

انتظامی صلاحیت: پہلے گزرا کہ آزاد صاحب جامعہ سلفیہ کی تاسیس ۱۹۶۳ء سے تا حیات ۱۹۷۸ء جامعہ کے انتظامی امور سے جڑے رہے۔ بلکہ اپنے بڑے اور بزرگوں کی طرح آپ کا بھی شمار جامعہ کے بانیوں میں سے ہے۔ بلکہ عملی اعتبار سے اس مہم میں سب سے آگے تھے۔ جامعہ کے تعارف میں شائع ہونے والے سارے پمفلٹ، اشتہارات اور چندے کی روئیدادیں، مطبخ اور بورڈنگ کی نگرانی، طلبہ کی انجمن کی نگرانی، امتحانات کی نگرانی، نتیجہ بنانے نکالنے اور اس کے اعلان کے سارے مراحل میں آپ آگے آگے رہتے تھے۔

امتحان سے قبل پرچوں کی تیاری، پھر سائیکلو اسٹائل پر اس کی چھپائی۔ جامعہ سلفیہ کا مکتبہ پہلے جامعہ کے گیٹ کے سامنے راہ داری کے اوپر بلڈنگ کے درمیان تھا جس پر جامعہ کے خوشنما گنبد بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے طالب علمی کے زمانے سے آزاد صاحب کے انتقال تک جامعہ کے پاس سامنے کے دس کمروں والی صرف دو منزلہ خوبصورت بلڈنگ تھی۔ وہی درس گاہ، اساتذہ کی رہائش کی بھی ہوتی تھی۔ آزاد صاحب کی دارالحدیث کے بائیں طرف کے مشرقی کمرے میں رہائش تھی۔ مکتبہ عامہ میں سائیکلو اسٹائل مشین پر آزاد صاحب جس انہماک و لگن سے رات دیر تک پرچے چھاپتے اور مخصوص انداز کے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ بالکل میدان جنگ میں انہماک کا عمل ہوتا اور رات میں چائے پان کا دور بھی چلتا۔ امتحانات میں آپ، شیخ الجامعہ اور دوسرے اساتذہ کے ساتھ امتحان ہال میں مستعد نظر آتے۔ طلباء کے مختلف مضامین کے نمبرات آپ کے پاس جمع ہوتے اور نتیجے کی اصلی کاپی آپ ہی کے پاس ہوتی۔ آپ اور شیخ الجامعہ بنیادی طور پر اس کے ذمہ دار ہوتے تھے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ آزاد صاحب صرف کسی ایک فن کے مدرس نہ تھے، بلکہ مختلف علوم وفنون کے ماہر مدرس، مفتی، شیخ الحدیث وشیخ الفقہ، شیخ الفرائض، ادیب وشاعر سب کچھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے مواقع بھی فراہم کئے۔ آپ نے خوب خوب یہ دولت لٹائی۔ ہر شخص آپ سے آسانی سے مستفید ہوسکتا تھا۔

میری خواہش یہ تھی کہ اگر آپ کی کوئی کتاب سامنے ہوتی یا فتاوے ہوتے تو ان کے نمونے قارئین کرام کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

سیاسی بصیرت: ہندستان وپاکستان کے باشندوں کو دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات سے متعلق معلومات جاننے اور ان کے باشندوں کے مستقبل کے بارے میں ہمیشہ لوگ پریشان رہتے ہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے جب پاکستان سے الگ ہوکر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کا نعرہ لگایا۔ تحریک اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی تو میں نے ایک دن استاذ محترم سے استفسار کیا کہ کیا آپ کے خیال میں مجیب الرحمٰن کا خواب پورا ہوگا اور پاکستان سے الگ ہوکر بنگلہ دیش بن جائے گا۔ فوراً فرمایا: جی اس کی تحریک کامیاب ہوجائے گی۔ بنگلہ دیش بننا نوشتہ دیوار ہے۔ استاذ محترم کی سیاسی بصیرت کی داد دینی پڑے گی کہ بالکل شروع ہی میں اندازہ لگا لیا تھا کہ اب تقسیم در تقسیم ہونی ہے۔ وللہ الامر من قبل ومن بعد۔

میرے سامنے اس وقت استاذ رحمہ اللہ سے متعلق کسی شاگرد یا کسی عالم دین کی تحریر نہیں ہے کہ اس اس مقالے میں استفادہ کرتا۔ یہ مقالہ بہت پہلے لکھ چکا تھا۔ ڈاکٹر محمد لقمان سلفیؒ نے اپنے اساتذہ کرام کے ذکر میں آزاد صاحب کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں فرمایا ہے، جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

''حضرت مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی رحمہ اللہ نے حدیث میں ہمیں سنن ابی داؤد اور فقہ حنفی کی مشہور زمانہ کتاب ''الہدایہ'' پڑھائی۔ آپ بہت ہی مشفق اور نرم دل انسان تھے۔ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ سے شائع ہونے والے ''مجلہ الہدیٰ'' کے بہت سالوں تک چیف ایڈیٹر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحریر کا بہت اعلیٰ ملکہ عطا فرمایا تھا۔ الہدایہ پڑھاتے ہوئے بارہا اُن سے الجھ جاتا اور پوچھتا کہ حضرت یہ تو مسلکِ حنفی کی فقہی کتاب ہے، جس میں قرآن وسنت کے دلائل کا فقدان ہے اور ہماری فقہ کی بنیاد تو قرآن وسنت پر ہے، وہ فقہ ہمیں کہاں ملے گی اور اس فقہ کی کتابیں کون کون سی ہیں؟ مولانا ہر بار مجھے یہی کہہ کر خاموش کر دیتے کہ اہل حدیث کی فقہ حدیث کی کتابوں میں ہے اور جب تم حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کروگے تو تمھیں قرآن وسنت پر مبنی مسائلِ فقہیہ مل جائیں گے۔... ہمارے استاذ محترم مولانا آزاد رحمانی عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ ایک بار مجھے عربی میں ایک مقالے کی ضرورت پڑی، میں ان کے پاس گیا، اور درخواست کی کہ وہ مطلوب مقالہ میرے لیے تیار کردیں۔ انھوں نے اسی وقت کہا کہ قلم اور کاغذ لاؤ اور لکھنا شروع کرو۔ چنانچہ انھوں نے املاء کرانا شروع کردیا اور میں لکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ مقالہ پورا ہوگیا۔ ان کی عظمت وبڑائی، علمی صلاحیت اور تواضع وخاکساری کو دیکھ کر جی چاہا کہ اُن کی پیشانی چوم لوں، لیکن حدّ ادب مانع رہا اور میں ایسا نہ کرسکا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ (کاروان حیات: ۴۹-۵۱)۔

☆☆☆

جماعتی خبریں

شیخ العرب والعجم علامہ حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب کا سانحہ ارتحال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جماعت اہل حدیث پاکستان کے جلیل القدر مفتی ومحدث، شارح جامع ترمذی، متعدد علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف، شیخ العرب والعجم، استاذ الاساتذہ، علامہ حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب بعمر تقریبا80 / سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب بڑے ملنسار، بلند اخلاق، خلق الہی پر مہربان، سب کا بھلا چاہنے والے، امن وآشتی اور بھائی چارہ کے علمبردار، اہل علم کے قدرداں، طلب العلم کے سچے بہی خواہ اور ان کو اچھی وسچی باتیں سکھانے اور بھلا انسان بنانے کے بڑے حریص تھے۔ ان کا سانحہ ارتحال بلاشبہ علمی وتحقیقی دنیا کا عظیم خسارہ ہے۔ آپ نے تقریبا6 / دہائیوں تک علم وتحقیق، درس وتدریس، فقہ وفتاوی، اور شرح حدیث کی شمع فروزاں رکھی۔ آپ شیخ الحدیث حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے اعلی تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کا بھی رخ کیا اور علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، علامہ ناصر الدین البانی، شیخ محمد امین شنقیطی، شیخ شیبۃ الحمد رحمھم اللہ جیسے اکابر علماء ومشائخ سے خوب خوب کسب فیض کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے متعدد تعلیمی اداروں میں تدریسی وتحقیقی خدمات انجام دیں اور آپ سے عرب وعجم کے ہزاروں طالبان علوم نبوت نے حدیث وفقہ کی تعلیم وسند اجازہ حاصل کی۔ آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدیر التعلیم اور جامعہ رحمانیہ لاہور کے شیخ الحدیث بھی رہے۔ آپ کے علمی وتحقیقی بحوث ومقالات اہم جرائد ورسائل کی زینت بنتے رہے۔ جائزۃ الاحوذی بشرح جامع ترمذی، الوصایا شرح الشمائل، فتاوی ثنائیہ مدنیہ وغیرہ آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف ہیں۔ افسوس کہ عصر حاضر میں کتاب وسنت کا عظیم شارح وترجمان، فقہ اہل حدیث کا بلند پایہ رمزشناس اور عرب وعجم میں علوم نبوت کا بڑا علمبردار آج ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔ آپ کی وفات سے علمی وتحقیقی اور جماعتی حلقہ میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے کہ جس کا بھرنا مشکل دکھائی دے رہا ہے۔۔ میں ان کے پسماندگان اور ان کی صلبی وروحانی اولاد کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مسجد التوحید محمد آباد گوھنہ میں پہلا تاریخی اجتماع اور معہد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لتحفیظ القران الکریم کاافتتاح:

الحمدللہ مورخہ 25 / جنوری 2021 سوموار کا دن ایک یادگار وتاریخی دن تھا جب مسجد التوحید محمد آباد گوھنہ ضلع مئو، مبارکپور، املو، بندی کلاں محمد آباد گوھنہ واطراف وجوانب کے علاوہ مشائخ بزرگوں نوجوانوں معزز ومکرم مہمانوں سے بھری ہوئی تھی اور مسجد منور تھی۔ جس میں فقہ ایجوکیشن اینڈ ویلفئر سوسائٹی ممبئی کے زیر اہتمام فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ کے زیر سرپرستی بمقام جامع ڈاکٹر صالح العقل مسجد التوحید محمد آباد گوھنہ ضلع مئو قدیم چک بندی آفس کے سامنے بعد نماز ظہر تا مغرب ایک شاندار افتتاحی پروگرام بنام معہد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لتحفیظ القران کا انعقاد عمل میں آیا جس کی صدارت شارح صحیح بخاری فضیلۃ الشیخ نور العین سلفی حفظہ اللہ استاد حدیث کلیہ فاطمۃ الزہراء مئو نے فرمائی اور نظامت کے فرائض مولانا فاروق عبداللہ ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث اعظم گڑھ اور جناب ڈاکٹر محمد طاہر اعظمی حفظہ اللہ صدر شعبہ اردو شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ نے بہت خوبصورتی کے ساتھ انجام دیا۔

اجتماع کا آغاز حافظ محمد سعد بندوی متعلم جامعہ سلفیہ بنارس کی تلاوت کلام اللہ سے ہوا اور جن علماء ومشائخ نے اپنے خطاب سے سامعین کو مستفید فرمایا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ، شیخ ازہر عبدالرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ، شیخ راشد حسن مبارکپوری حفظہ اللہ، شیخ انیس الرحمٰن مدنی، شیخ عبدالعزیز ندوی، شیخ مظہر الاعظمی، شیخ شفیق ندوی، شیخ محمد موسی سلفی، شیخ مظہر الحق املوی، شیخ شمیم احمد عمری، شیخ اقبال محمدی، شیخ عتیق الرحمٰن مبارکپوری، شیخ عزیز الرحمٰن سلفی، شیخ نسیم احمد سلفی، اور صدر اجلاس شیخ نور العین سلفی حفظہ اللہ۔ اور اس مجلس کو زینت بخشنے والے چند علماء ومشائخ کے نام یہ ہیں:

آبروئے جماعت شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ، ڈاکٹر حافظ عبدالعزیز مبارکپوری حفظہ اللہ، ابنائے شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ، استاد الاساتذہ شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی حفظہ اللہ۔ شیخ نسیم احمد فیضی، شیخ تنویر احمد عالیاوی، مولانا فیضان اشرف، مولانا شفیق الرحمٰن مکتبۃ الفہیم وغیرہ۔

اس موقعہ پر مقامی جمعیت اہل حدیث محمد آباد گوہنہ کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔

اللہ جزائے خیر دے اور صحت وعافیت میں برکت عطا فرمائے شیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ کو جن کی کوششوں اور محنتوں اور خلوص کا ثمرہ ہے کہ محمد آباد گوھنہ میں پہلی مسجد اہل حدیث کی تعمیر ہوئی جس کی عرصہ دراز سے شدت محسوس کی جارہی تھی۔ یہاں اب تک موحدین کی کوئی مسجد نہیں تھی حق بات پہنچانے کے کئے کوئی پلیٹ فارم نہیں تھا، ایک خلا محسوس ہورہا تھا۔

شیخ محترم حفظہ اللہ کا اب دوسرا اور اہم قدم بچوں اور بچیوں کے لئے دینی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا تھا۔ جو معہد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شکل میں وجود میں آیا۔ جس کے لئے آپ خصوصی طور پر اپنے متنوع مصروفیات میں سے وقت نکال کر ممبئ

سے تشریف لائے۔ پھر ممبئی روانہ ہوگئے۔ جزاک اللہ خیرا وشکرا لک۔

اللہ تعالیٰ نیک کاموں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور آپ کو حفظ وامان میں رکھے اور مسجد توحید سے معاشرہ منور ہوتا رہے۔ آمین یارب العالمین۔ (نسیم احمد سلفی امام وخطیب مسجد التوحید محمد آباد گوہنہ وصدر مدرس مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو)

ضلعی جمعیت اہل حدیث بنارس کی سرگرمیاں:
کرونا کی وبا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے جمعیت کی دعوتی ورفاہی سرگرمیاں ضرور متاثر ہوئیں لیکن الحمدللہ اب باقاعدہ جملہ سرگرمیاں شروع ہوچکی ہیں۔

جمعیت کے کام کو منظم کرنے کے لئے پورے ضلع کو ۶ زون میں تقسیم کیا گیا تھا، اللہ کی توفیق سے ہر زون کی اکثر مساجد میں ہفتہ واری درس قرآن وحدیث کا انعقاد ہوتا ہے۔ اسی طرح بنارس کے مضافات کی مساجد میں خطبہ جمعہ کے لئے خطباء کا انتظام کیا جارہا ہے نیز ہر زون کی مختلف مساجد میں پندرہ روزہ تبلیغی پروگرام کا انعقاد کیا جارہا ہے، اس کے علاوہ قصص الانبیاء کے عنوان سے مستقل ایک پروگرام بنارس کی سب سے مشہور اور جامع مسجد طیب شاہ میں چلایا جارہا ہے۔ ان پروگراموں کے علاوہ جمعیت نے اپنی گزشتہ میٹنگ میں عورتوں کے لئے بھی دعوتی پروگرام شروع کرنا طے کیا ہے جو ان شاءاللہ ماہانہ شہر کے مختلف مقامات پر ہوا کرے گا۔

ضلع کے اندر موجود مساجد میں سے ۵۷ مساجد کے انتظام میں جمعیت اپنے وسائل کے مطابق تعاون کرتی رہتی ہے اور دیہاتی علاقوں میں ضروریات کے مطابق مساجد کی تعمیر میں بھی حصہ لیتی ہے۔ پچھلے دنوں ایک ایسی ہی مسجد کا افتتاح کیا گیا جس میں دعوتی پروگراموں کا بھی انعقد کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص عمل کی توفیق دے اور کوششوں کو قبول وبارآور فرمائے۔ آمین (مولانا احسن جمیل سلفی، امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث بنارس)

حافظ سیف اللہ خالد سیفی کو صدمہ: یہ جان کر یقیناً رنج وافسوس ہوگا کہ حافظ سیف اللہ خالد سیفی نائب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ساؤتھ ممبئی کے بڑے بھائی جناب پروفیسر زاہد حسین صاحب کا تقریباً ایک ماہ کی علالت کے بعد پٹنہ کے ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں مورخہ ۵/فروری ۲۰۲۱ء کو بوقت تقریباً گیارہ بجے بعمر ۶۱ سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے خلیق وملنسار اور غریب پرور انسان تھے۔ اور علاقے میں اپنی سیاسی وسماجی خدمات کی وجہ سے معروف تھے۔ مدرسہ حقانیہ دیورا بندھولی دربھنگہ کے تاحیات سکریٹری رہے۔ جالے کالج میں انگریزی کے پروفیسر کی حیثیت سے نسل نو کی تعلیم وتربیت کی۔ مرحوم کا دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ سے بھی بڑا قلبی لگاؤ رہا۔ خاص طور سے اس کے نائب ناظم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر ڈاکٹر سید عبدالحلیم صاحب رحمہ اللہ سے بہت اچھے گھریلو تعلقات تھے۔ قابل ذکر ہے کہ پروفیسر زاہد حسین صاحب نے اپنے والد گرامی اور علاقے کی معروف ومقتدر سماجی وسیاسی شخصیت جناب محمد ابوظفر صاحب جو ایک طویل مدت تک مکھیا رہے، کے انتقال کے بعد اپنے تمام بھائیوں اور بہنوں کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری بحسن وخوبی نبھائی۔ ان کے دیگر پانچوں بھائی راشد حسین، شاہد حسین، ساجد ظفر، واجد ظفر، حافظ سیف اللہ خالد سیفی ممبئی میں اچھے کاروباری ہیں۔ پسماندگان میں اہلیہ ایک بیٹے عاصم ظفر اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کی تدفین اسی روز شام سوا سات بجے آبائی وطن دیورا بندھولی دربھنگہ بہار میں عمل میں آئی۔ جس میں قرب وجوار سے ہزاروں کی تعداد میں عوام وخواص نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ اور پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے۔ آمین۔ قارئین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ (شریک غم: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، دہلی)

انتقال پر ملال: موقر قارئین کو یہ پڑھ کر یقیناً رنج وافسوس ہوگا کہ جمعیت اہل حدیث سولاپور کی مایہ ناز شخصیت جناب وارث بھائی کڈلے کے ماموں، مسجد رحمانیہ اہل حدیث سولاپور کے صدر جناب عبدالوہاب چاچا کورا مختصر علالت کے بعد مورخہ ۴/فروری ۲۰۲۱ کو وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف بہت ہی ملنسار پابند صوم صلاۃ اور جمعیت وجماعت کے بہت خیرخواہ تھے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر آپ کی وفات پر اپنے رنج وغم اور دکھ کا اظہار کرتی ہے اور ان کے اہل خانہ سے اظہار ہمدردی کرتی ہے، ہم سب ان کے رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی خطائیں درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے، اور اہل خانہ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (سرفراز احمد اثری، ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر)

معروف داعی وعالم دین مولانا محمد معروف سلفی صاحب کو صدمہ عظیم:
یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے نائب ناظم، جامع مسجد اہلحدیث مارکوئس لین کولکتہ کے امام وخطیب معروف داعی وعالم دین مولانا محمد معروف سلفی صاحب کی والدہ کا مورخہ ۵/فروری ۲۰۲۱ کو بوقت شام 8/ بجے طویل علالت کے بعد بعمر ۹۵ سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ خوش اخلاق اور پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ ان کے جنازے کی نماز اگلے دن بعد نماز عصر آبائی وطن گواپوکھر، بھوارہ، مدھوبنی، بہار میں ادا کی گئی۔ امامت چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد معروف سلفی صاحب نے پڑھائی۔ پسماندگان میں مولانا سلفی کے علاوہ دو بیٹے مولانا امیر حمزہ ریاضی صاحب استاد مدرسہ تعلیم الدین گواپوکھر مدھوبنی، حافظ منظر اسلامی (تاجر کولکاتا) تین بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں

اورنواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا مولانا محمد معروف سلفی صاحب کو صبر جمیل عطاء کرے۔ آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

ایک جواں سال مدنی کی رحلت: مولانا ضیاء الحق بن عبدالستار مدنی ہریانہ میوات جماعت کے معروف موضع رنیالہ خوردعرف جھانڈا، ضلع پلول، ہریانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ سنابل دہلی سے عالمیت کی سند حاصل کی پھر جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کارخ کیا اور وہاں سے فضیلت کی سند سے سرفراز ہوئے۔ عزائم بلند وبالا، آرزوئیں طویل وعریض، کچھ بڑا کرنے کی امنگ، قسمت نے بھی ساتھ دیا اور جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں داخلہ ہوگیا اور بی اے وایم اے کی ڈگری حاصل کرلی پھر کوشش میں لگ گئے کہ دکتورہ بھی کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، دوران تعلیم ہی بیہوشی کے دورے پڑنے لگے، مدینہ منورہ کے کسی ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ پھر وطن مالوف آگئے یہاں بھی علاج چلتا رہا لیکن بیماری بڑھتی رہی اور دماغی توازن بگڑ گیا۔ اسی طرح تقریبا سات آٹھ سال کا وقفہ گزر گیا اور بالآخر ۳۱/جنوری ۲۰۲۱ء کی شام تقریبا چالیس سال کی عمر میں اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں داخلہ سے پہلے، جامعہ محمدیہ بیگودسے وابستہ ہوگئے تھے اور کچھ عرصہ وہاں تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دیں۔ پھر دبئی کے کسی ادارے میں تعلیمی مشن سے منسلک ہوئے۔ اسی دوران اورنگ آباد، مہاراشٹرا کی معروف شخصیت قاضی شمس الدین کی بیٹی سے ان کا عقد ہوا جس کے بطن سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تولد ہوا۔

موصوف میرے قریبی رشتہ دار تھے۔ ۲۰۱۳ء میں سفرحج پر گیا تو مدینہ طیبہ میں ملاقات ہوئی وہاں بھی اور جب ہندوستان آتے تب بھی مستقبل کے لائحہ عمل کے سلسلے میں گفتگو ہوتی۔ وہ بہت ہی ذہین وفطین، سنجیدہ اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ بڑی محنت سے تعلیم حاصل کی تھی اور کسی بڑی منزل کے راہ رو نظر آتے تھے۔ ان کی باتوں سے لگتا تھا کہ وہ قوم وملت کے لیے مفید ثابت ہوں گے لیکن اجل نے مہلت نہیں دی اور شاعر کے اس کلام کے مصداق ہوگئے ۔

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العلمین (غمزدہ ودعاگو: عبدالمنان سلفی شکراوی، دہلی)

(مرکزی جمعیت اهل حدیث هند کے امیر، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جملہ ذمہ داران و کارکنان نے مذکورہ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے)

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

اتراکھنڈ میں گلیشیر پھٹنے سے ہوئی تباہی باعث رنج وافسوس/ اصغرعلی امام مہدی سلفی

دہلی: ۸/فروری ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے گزشتہ کل اتراکھنڈ میں گلیشیر پھٹنے سے ہوئی تباہی، تقریباً ۱۵/معصوم جانوں کی ہلاکت اور ۱۵۳/افراد کے لاپتہ ہونے پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں سارا ملک مہلوکین ومتاثرین اور لاپتہ لوگوں کے ورثاء و متعلقین اور حکومتوں کے ساتھ کھڑا ہے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ اطلاعات کے مطابق متاثرہ مقامات پر مرکزی وریاستی حکومتوں کی طرف سے راحت وبچاؤ کا کام اطمینان بخش طور پر آگے بڑھ رہا ہے۔ تاہم مزید توجہ اور کاوش کی ضرورت ہے، تاآنکہ متاثرین کی راحت رسانی کا کام اطمینان بخش ہوجائے اور ان کے احوال درست ہوجائیں اور معمول پر آجائیں، البتہ اس اندوہناک حادثے نے ایک مرتبہ پھر ہمیں متنبہ کیا ہے کہ ہم تعمیر وترقی کے نام پر یا سائنس وٹکنالوجی اور نئی نئی اختراعات وایجادات کی دوڑ میں نظام فطرت، قدرت اور ندیوں، جنگلوں، پہاڑوں اور فضاؤں میں حد سے زیادہ تصرف نہ کریں جو ہمارے لیے خطرناک ہوتا چلاجائے، بلکہ عصر حاضر کی ایجادات واختراعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیگر بہت ساری حیثیتوں اور فطری امور پر بھی توجہ مرکوز رکھیں اور شدید ضرورت کے مطابق ہی ندیوں نالوں اور جنگلوں اور پہاڑوں سے چھیڑ چھاڑ کو روا رکھیں۔ ہم نے جنگلات اور درختوں کی اندھادھند صفائی وکٹائی اور پہاڑوں کی کھدائی کے نقصانات کو ملکی وعالمی سطح پر محسوس کرلیا ہے، اس لیے ہمیں اور مزید محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

امیر محترم نے اپنے بیان میں مہلوکین ومتاثرین کے ورثاء سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور لاپتہ لوگوں کی سلامتی کے لئے دعا کی ہے۔ ☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ

''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ھیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ھی

'' المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ھوجائے گی۔ ان شاء اللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواهش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پته پر ارسال کریں اورداخله امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی-۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

فون نمبر:- 011-26946205, 23273407، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اهل حدیث هند

دو تاریخی اور عظیم کارناموں کے بارے میں

ایک بڑی خوشخبری اور پُرزور اپیل

پیارے بھائیو! اہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی میں چوتھی منزل کا کام چھت تک پہنچ چکا ہے اور اہل حدیث کمپلیکس کی دوسری منزل کی چھت کی ڈھلائی آپ کے صدقۂ جاریہ کی منتظر ہے۔ ان ہر دو عظیم اور تاریخی کارِ خیر میں ہر فرد سے فوری مدد کی اپیل ہے۔ اس عظیم یادگار اور صدیوں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل اور خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کیا آپ سو پچاس اور دس روپئے بھی بھیجنے سے معذور ہیں؟

پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر حاضر خدمت ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292